اسلام میں بوڑھوں کی عظمت

ابو العباد حافظ عبد الرزاق اظہر حفظہ اللہ
استاذ امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، سیالکوٹ

دار الخلود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (**Upload**) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (**Download**) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

اسلام میں بوڑھوں کی عظمت

مؤلف

ابو العباد حافظ عبد الرزاق اظہر حفظہ اللہ

استاذ امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، سیالکوٹ

ناشر

دار الخلود

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ______ اسلام میں بوڑھوں کی عظمت
مؤلف ______ ابو العباد حافظ عبد الرزاق اظہر حفظہ اللہ
طبع اول ______ مئی 2017ء
کمپوزنگ ______ سعد گرافکس

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

ناشر
دار الخلود
لائن پار محلہ سلامت پورہ، کاموکی ضلع گوجرانوالہ
0345-7333521
0333-8257302

انتساب

رب رحیم وکریم کے نام جس ذات بلند و برتر کی توفیق ورحمت سے دین قیم کی خدمت جیسی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔

انتہائی قابل احترام معزز گرامی قدر مشائخ عظام کے نام جن کی محنت شاقہ اور جہد مخلصہ سے یہ سطور لکھنے کے قابل ہوا۔

اور انتہائی مشفق والدین کریمین کے نام جن کی خلوص سے چھلکتی ہوئی دعاؤں سے مسند تدریس اور منبر ومحراب کی چوکیداری ملی۔

......حافظ عبدالرزاق اظہر......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

* ہم جو چاہیں تو ڈھونڈ لیں گے خزاں رتوں میں گلاب تازہ 9
* تقریظ 14
* مقدمہ 17
* قرآنِ کریم میں بڑھاپے کا تصور 23

بڑھاپا کمزوری ہے: 23

بڑھاپے میں بچوں کا سا حال ہو جاتا ہے: 24

بڑھاپے میں علم بھی جاتا رہتا ہے: 25

زندگی کے مختلف مراحل اور آخر بڑھاپا: 26

سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام اور بڑھاپا: 27

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور بڑھاپا: 29

سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام اور بڑھاپا: 30

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور بڑھاپا: 31

پہلا باب:

* بڑھاپے کی تعریف اور معنی ومفہوم 33

بڑھاپے کی لغوی تعریف: 33

اصطلاحی تعریف: 36

وہ تغیرات جو بڑھاپے میں انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں: 36

وہ تبدیلیاں جو جسمانی حوالہ سے آتی ہیں: 37

بڑھاپے کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں تغیرات اور تبدیلیاں: 38

بڑھاپا اور عقلی تغیرات: 38

بڑھاپا اور اقتصادی تبدیلیاں: 40

بڑھاپا اور جسمانی بے بسی: 41

بڑھاپے میں آنے والی تبدیلیوں کے متعلق اسلام کا موقف: 48

لمبی عمر کی دعا کرنا بُرا نہیں: 59

لمبی عمر سعادت کا باعث ہے: 61

لمبی عمر اللہ کی طرف سے خیر ہے: 61

لمبی عمر بھی جزا کا انداز ہے: 62

عمر کو لمبا کرنے والے اعمال: 62

1۔ پہلا عمل، صلہ رحمی: 63

2۔ دوسرا اور تیسرا عمل، حسن اخلاق: 63

4۔ چوتھا عمل، والدین سے حسن سلوک: 64

دوسرا باب:

* اسلام میں بوڑھوں کا خیال رکھنا 70

انسان بڑی ہی مکرم مخلوق ہے اور اس کا مقام اسلام میں بڑا ہی بلند ہے: ... 70

مسلمان معاشرہ ایک دوسرے پر رحم اور محبت کا نقیب ہوتا ہے: 71

اسلام میں احسان کی جزا احسان ہی ہے: 76

مسلم معاشرہ مل جل کر رہنے والا ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہے: 76

بوڑھے مومن کا اللہ کے ہاں بہت بلند قدر مقام ہے: 79

بوڑھوں کی عزت اور مشابہت اختیار کرنا مسلمان معاشرے کی علامت ہے: 86

بوڑھوں کا احترام نہ کرنے والے کیسے پاک ہوں گے؟: 87

عمر رسیدہ مسلمان بوڑھے شخص کی دین اسلام میں ایک ممتاز حیثیت ہے: ... 93

بوڑھوں کی ضروریات کا خیال رکھنا حکومت وقت پر واجب ہوتا ہے: 100

تیسرا باب:

* والدین کا خیال رکھنا بھی بوڑھوں کی خدمت کا ہی ایک پہلو ہے 104
نماز کے بعد اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے:106
والدین اولاد کے لیے جنت کی چابی ہیں: 107
والدین کی خدمت جہاد سے بھی مقدم ہے: 108
اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے: 109
تو بھی اور تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے: 110
والدین سے حسن سلوک رزق اور عمر میں اضافہ کا باعث ہے: 111
والدین کا حق ادا نہیں ہو سکتا: 112
والدین کافر بھی ہوں تب بھی حسن سلوک ہی کرنا ہے: 113
والدین سے حسن سلوک پہلی امتوں میں بھی فرض تھا: 117
صالحین امت کیسے والدین کی عزت وتوقیر کرتے تھے: 117
محمد بن منکدر رحمہ اللہ اور والدہ کی خدمت: 118
مجھے ترکہ نہیں چاہیے: 118
ماں سے حسن سلوک کی وجہ سے اللہ نے سارے گناہ معاف کر دیے:..... 119
والدین کے دوستوں کا خیال رکھنا بھی اسلام میں بوڑھوں کی عزت کے مظاہر میں سے ہے: 122

چوتھا باب:

* مسلم معاشرے میں بوڑھوں کا خیال 132
کافروں کے بوڑھوں کا بھی نبی اکرم ﷺ نے احترام کیا: 137
ابو قحافہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا اندازِ ملاقات اور احترام کی اعلیٰ مثال: .. 140
نبی اکرم ﷺ نے بوڑھی عورت کا کیسے احترام کیا: 142
بوڑھوں کا اکرام واحترام اور صالحین امت کا کردار: 144
سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور بڑوں کا احترام: 147

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بوڑھوں کا احترام: 148
حضرت امام طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ اور بڑوں کا احترام: 150
یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور بڑوں کا احترام: 151
بوڑھوں کے احترام میں قیس بن عاصم کی اپنی اولاد کو وصیت: 152
ابراہیم بن سعد اور بڑوں کا احترام: 153
کتب احادیث کی ترتیب اور بڑوں کا احترام: 154
مسلم معاشرے میں غیر مسلم بوڑھے کا احترام: 156
سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بوڑھوں کا احترام: 159
سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بوڑھوں کے لیے رعایات: 160
غیر مسلم معاشرے اور بوڑھوں پر ستم: 163

پانچواں باب:

✻ مسلمان لشکروں کی طرف سے جنگوں میں بوڑھوں کا خیال 165
خلفاء اربعہ اور بوڑھوں کے حوالہ سے مجاہدین اسلام کو نصائح: 169
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قائد لشکر کو بوڑھوں کے متعلق نصیحت: 170

چھٹا باب:

✻ بعض شرعی احکام میں بوڑھوں کے لیے آسانیاں 172
بوڑھوں کے لیے فریضہ حج میں آسانی: 173
بوڑھا شخص اور رمضان المبارک کے روزے: 174
ائمہ مساجد کو بوڑھوں کا خیال رکھنے کی خصوصی نصیحت: 175
روزہ کی حالت میں بوڑھے شخص کو بوسہ کی اجازت ورخصت: 177
بوڑھی عورت کے لیے ترکِ حجاب کی رخصت: 179
جلسہ استراحت اور بوڑھوں کا خیال: 180
بوڑھے شخص کے لیے کفارہ میں آسانی: 181

......✻......

ہم جو چاہیں تو ڈھونڈ لیں گے خزاں رتوں میں گلاب تازہ

کم از کم مذہبی حلقوں میں تو اس بات کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے کہ جس سماج میں ہم نے جنم لیا ہے وہاں بچے کی پیدائش کے موقع پر بطورِ خاص اہتمام کیا جاتا ہے کہ بچے کی سماعتوں کے ساتھ جو اولین نغمہ ٹکرائے وہ توحید و رسالت کا نغمہ ہونا چاہیے۔ شاید اس کو اس بات کا شگون سمجھا جاتا ہے کہ جوں ہی یہ نو وارد جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے گا تو بتوفیق ایزدی عقیدۂ توحید و رسالت پر ایمان اور ایمان کے ڈھیروں تقاضے بطریقِ احسن پورے کر سکے گا۔

مان لیجیے کہ مذہب ہماری زندگی میں دخیل تو ہے، مگر برائے نام، مگر اتنا تو طے ہے کہ توحید و رسالت کو آج بھی ایمان کی اساس تصور کیا جاتا ہے اور بجا تصور کیا جاتا ہے، اگر سوچا جائے تو عقیدۂ رسالت عقیدۂ توحید کے مقدمات میں سے ہے، کیوں کہ رسول ہی وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس کی وساطت سے توحید کی معرفت حاصل ہو پاتی ہے۔ خیر یہ ایک طویل موضوع ہے سرِ دست یہ بتلانا مقصود ہے کہ سلسلۂ رسالت کے انقطاع کے بعد عوام الناس کے احوال کی اصلاح اور رشد و ہدایت کی بھاری ذمہ داری ملت کے اس طبقے پر عائد ہوتی ہے جسے علماء کے مقدس و مطہر لقب کے ساتھ ملقب کیا جاتا ہے۔ مشہور حدیث: «العلماء ورثة الانبیاء» بھی اس موقف کی ترجمانی کرتی ہے کہ انبیاء کا حقیقی وارث طبقۂ علماء ہی ہوا کرتا ہے۔ چناں چہ چمنستانِ نبوت اور گلشنِ رسالت کی نگہداشت اصحاب علم و عقل و اربابِ فہم و دانش پر لازم ٹھہرتی ہے۔

قرطاسِ تاریخ گواہ ہیں کہ وارثانِ علومِ رسالت کبھی بھی اپنی اس عظیم ذمہ داری

سے غافل نہیں رہے، تاریخ کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ گلشنِ رسالت پر جب بھی سنگ باری کی مساعی کی گئیں تو یہ سرفروش سر پر کفن باندھے، جان ہتھیلی پہ لیے۔ اپنے انجام کی پروا کیے بغیر اور ہر قسم کے خوف وخطر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اعدائے نبوت کے تند وتیز حملوں کے خلاف یوں صف آرا ہوئے جیسے کوئی ان کے متاعِ گراں مایہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا ہو اور یہ انجامِ کار سے بے خبر مدافعت میں مصروف ہوں۔ اور ویسے بھی فخر الرسل ﷺ کی طرف سے اِنھیں جمیع انبیاء کا وارث ٹھہرائے جانے کے بعد ان کی کل کائنات یہی اسلام ہی تو تھا تو پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ اعدائے اسلام کے تابڑ توڑ حملوں اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف ان کی تیراندازی کو اپنے سینوں پر نہ روکتے اور ”ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے“ کے مصداق اپنے سینوں کو چھلنی نہ کرواتے۔

فتنۂ اعتزال سے لے کر فتنۂ قادیان تک اور فتنۂ تاویلِ صفات سے لے کر فتنۂ انکارِ حدیث تک اگر گلشنِ اسلام تند وتیز آندھیوں کی لپیٹ میں رہا تو گلشنِ نبوت پر جان نچھاور کرنے والوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی۔ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے لے کر فاتح قادیان ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے لے کر شہید اسلام ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ تک کتنے ہی علماء گلشنِ رسالت کو اپنے لہو سے سینچتے نظر آتے ہیں تو پھر بقولِ فیض کیوں نہ فخر یہ کہا جائے کہ

یہ ہمی تھے جن کے لباس پر سرِ راہ سیاہی لکھی گئی
یہی داغ تھے جو سجا کے ہم سرِ بزم چلے گئے

کاش کوئی مورخ تاریخ کے اوراق کو نئے سرے سے کھنگال کر کچھ نئے حقائق عوام کے سامنے پیش کرے، مگر فی الحال تو ایک طبقہ اپنی تمام تر توانائیاں علماء کی کردار کشی میں صرف کرنے پر تلا ہوا ہے۔ علماء کو غبی، کند ذہن، تنگ نظر، تاریک خیال، تند خو، بے ہودہ خیالات کا حامل اور اسی طرح کے اَن گنت القابات سے نواز کر جہاں اردو ادب کو ”گراں

قدر علمی سرمایہ'' فراہم کیا جا رہا ہے وہاں جدید ذہن کو جو پہلے ہی روشن خیالی کے اونچے سنگھاسن پر براجمان ہے یہ باور کروایا جا رہا ہے کہ جس طرح موجودہ زمانے کے یہ بوریا نشین، عقل وخرد اور فہم وادراک کی دیویوں کی نظرِ التفات سے محروم ہیں اسی طرح ازمنۂ سابقہ کے وہ اہلِ علم بھی جن کے یہ جانشین ہیں فہم ودانش سے قطعاً نابلد، ناآشنا اور تہی دست وتہی دامن تھے۔

اسی ''علمی کاوش'' کا نتیجہ ہے کہ جدید نسل سلف صالحین کے علمی کارناموں کا تمسخر اڑانا کسی بڑے علمی معرکے سے کم نہیں سمجھتی۔ اس ''علمی ماحول'' کا ایک اور لازمی ومنطقی نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ ''علم وآگہی'' کے سمندر میں غوطہ زن بہت سے غوطہ خور خاندان کے بوڑھوں اور بزرگوں کو پرکاہ سے زیادہ حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حالاں کہ ایک طویل تجربے کے بعد ہم پر یہ عقدہ کھلا ہے کہ ہمارے یہاں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل ہے جن کے علم کا کل منبع سلیبس کی کتب ہیں وبس اور مجال ہے کہ ایسے ''اہل علم'' علم کی ابجد سے واقف ہوں، لیکن ستم ظریفی حالات ملاحظہ ہو کہ یہی نوجوان نسل عمر رسیدہ اور بوڑھے افراد کو اَن پڑھ، جاہل، اجڈ، گنوار اور دیہاتی بلکہ

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کے مصداق ایسے بامعنی اور عالی شان القابات سے نوازتی نظر آتی ہے کہ قلم ان پر مغز اور بے مثال ولازوال جملوں کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا، بلکہ بعض من چلے تو ایسے بھی پائے گئے ہیں جو بوڑھوں، بزرگوں حتی کہ اپنے سگے والدین کو گالیاں دینا بھی کسی علمی وادبی کارنامے سے کم نہیں سمجھتے۔

اب آپ ہی بتلائیے اور انصاف کا دامن مضبوطی سے تھام کر بتلائیے کہ جب حالات یہ رخ اختیار کر جائیں اور معاشرے میں آوارگی وانارکی اپنی آخری حدوں کو چھو

لے۔ جب بوڑھوں کو دھکے دیے جا رہے ہوں۔ انھیں گالیوں سے نوازا جا رہا ہو۔ انھیں خاندان، معاشرے اور ملک وقوم پر بوجھ سمجھا جا رہا ہو۔ انھیں ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ گردانا جا رہا ہو اور ان سے یوں بے زاری ولاتعلقی کا اظہار کیا جا رہا ہو جیسے وہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہوں جو سینۂ زمین پر غلطی سے آن بسی ہو تو کیا ایسے حالات میں اہلِ علم کو اپنے حجروں میں بند ہو کر حق ہو کے ورد پر اکتفا کر لینا چاہیے یا اپنی راتوں کی نیند قربان کر کے اس فتنۂ عظیم کی سرکوبی کے لیے اپنے قلم کو جنبش دینی چاہیے۔ مقامِ تشکر ہے کہ بالآخر جمود ٹوٹا ہے اور قلم کار ایسے موضوعات پر بھی لکھنے لگے ہیں جو آج سے پہلے درخور اعتنا نہیں سمجھے گئے۔ انہی قلم کاروں میں سے حافظ عبدالرزاق اظہر حفظہ اللہ بھی ہیں جو راقم الحروف کے مشفق ومربی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی قریبی دوست بھی ہیں۔ مصنف حفظہ اللہ کتاب وسنت کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں اور نت نئے اور اچھوتے موضوعات پر قلم اٹھانا ان کا دل پسند اور محبوب مشغلہ ہے۔ اس سے قبل بھی ان کے قلم سے کئی شہہ پارے نکل چکے ہیں، لیکن ان کی موجودہ تالیف ”اسلام میں بوڑھوں کی عظمت“ اپنے موضوع کی نزاکت کے اعتبار سے اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ قلم کے لیے سیاہی۔

بات یہ ہے کہ جن موضوعات پر بارہا طبع آزمائی ہو چکی ہو ان پر قلم اٹھانا چنداں مشکل نہیں ہوتا، مگر جس موضوع کو کسی نے چھوا تک نہ ہو اس کو احاطۂ تحریر میں لانا یقیناً دل گردے کا کام ہے۔ میں نے اس کتاب کو حرف بحرف پڑھا ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ اس موضوع کو اس سے بہتر انداز میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مصنف نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر نہ صرف بوڑھوں کے تقدس کا دفاع کیا ہے بلکہ نوجوانوں کے ہاتھ میں بھی ایک ایسی مشعل تھما دی ہے جو ان کو گستاخی وبے ادبی اور ضلالت وگمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں اور مکدر وعمیق گڑھوں سے نکال کر اوجِ کمال پر پہنچا سکتی ہے۔ دراصل مصنف

نے ایک ایسی شمع روشن کی ہے جو نہ صرف نوجوان نسل کے ماضی کے خس وخاشاک کو بھسم کر ڈالنے کی طاقت رکھتی ہے بلکہ ایک روشن تر مستقبل کی بھی ضامن ہے، گویا مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

اب جس کے جی میں آئے آ کے پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

مصنف ضعیف العمر بوڑھوں اور نسلِ نو دونوں کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کی یہ کاوش دو نسلوں کے مابین بڑھتے ہوئے فاصلوں میں یقیناً کمی کا باعث بنے گی۔ بلکہ میں تو یہ بات بھی پورے وثوق، اعتماد اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم دوست بھی یہ کتاب خالی از تعصب ہو کر پڑھے تو یقیناً اسلام کے متعلق اس کے شکوک وشبہات میں معتد بہ کمی آئے گی اور وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

آخر میں ان قارئین وقاریات سے گزارش کروں گا جو پیرانہ سالی میں قدم رکھ چکے ہیں کہ یہ کتاب اول تا آخر خود بھی پڑھیے اور اپنے نوجوان بیٹوں بالخصوص بیٹیوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دلایئے، تا کہ ایک صالح، پرمسرت اور پرامن معاشرے کا قیام عمل میں آسکے۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

دعا گو:

پروفیسر عدنان شاہد چیمہ
ایم اے پولیٹیکل سائنس، ایم اے پاک اسٹڈیز
ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو
لیکچرار (اردو) پنجاب کالج، ڈسکہ

تقریظ

اداس چہرہ، سفید ڈاڑھی، ہاتھ میں لاٹھی، کھال میں سلوٹ، چال میں سستی، بات میں لرزہ، یہ معاشرہ کا وہ کمزور طبقہ ہے جسے ہم ''بوڑھا'' کہتے ہیں۔ انسانی زندگی کئی مراحل سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچتی ہے، بڑھاپا گویا اختتام زندگی کا پروانہ ہے۔

اختتامی مراحل ہنسی خوشی پورے ہوں تو اس سے دلی تسلی بھی ہوتی ہے، رہن سہن میں دشواری بھی نہیں، لیکن آج جو صورتِ حال سن رسیدہ افراد کے ساتھ روا رکھی گئی ہے، اس سے عمر رسیدہ افراد کی پریشانی میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے، حالانکہ والد نے بچے کی پرورش اس امید پر کی تھی کہ وہ بڑھاپے میں سہارا بنے گا، بجائے اس کے کہ یہ لڑکا بوڑھے باپ کو سہارا دیتا، یہ اس کی کمر کو بھی توڑ دیتا ہے۔

ایک جانب معاشرہ کی یہ صورتِ حال ہے، دوسری جانب نبی رحمت مجسم ﷺ کا اسوہ کہ آپ ﷺ نے بوڑھوں کے ساتھ کمزوروں کے ساتھ بہت ہی زیادہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، جہاں آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ عمر رسیدہ افراد کی قدر دانی کی تعلیم دی، وہیں آپ ﷺ نے سن رسیدہ افراد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کی عظمت و بڑائی کا تقاضا یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے۔ (ابوداود: 4843)، مختلف مواقع پر مختلف انداز سے آپ ﷺ نے بوڑھوں کی اہمیت وعظمت کو اجاگر کیا اور امت کو ان پر توجہ کی تعلیم دی، یہ سرتاج رسل ﷺ کے کریمانہ اخلاق ہیں کہ امت کے ہر کمزور طبقہ پر بذاتِ خود بھی رحم و کرم کا معاملہ کیا، اوروں کو بھی رحم و کرم سے پیش آنے کی تلقین کی۔

نماز کے آپ ﷺ انتہائی حریص، اس حرص وطمع کے باوجود بھی بوڑھوں کی رعایت میں نماز میں تخفیف فرما دی، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کرنے لگا کہ میں ظہر کی نماز میں فلاں شخص کی طویل قرأت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا، ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر آپ ﷺ کو جس غضب ناک کیفیت میں دیکھا اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: نمازیوں میں نماز سے نفرت مت پیدا کرو، لہٰذا جو شخص بھی امامت کروائے وہ ہلکی نماز پڑھایا کرے، کیوں کہ اس میں کمزور بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں، ضرورت مند بھی ہیں۔ (بخاری:702)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ سے طویل قرأت کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر غصہ ہوتے ہوئے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟“ تین دفعہ آپ ﷺ نے ان کلمات کو دہرایا۔ (بخاری:701)

غور وخوض کا مقام ہے کہ سن رسیدہ افراد کی رعایت کا سلسلہ نماز جیسے اہم فریضہ میں جاری ہے، الغرض یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے بوڑھوں کا ہر موقعہ پر خیال فرمایا، کسی بھی بوڑھے کا اکرام آپ ﷺ نے انسانیت کی بنیاد پر کیا، رشتہ داری وتعلق سے بالاتر ہو کر آپ ﷺ نے ہر سن رسیدہ کے اکرام کو ترجیح دی۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرہ کے اس ستم رسیدہ طبقے کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ کیا جائے، کیونکہ یہ سن رسیدہ افراد ہر گھر، ہر خاندان، ہر برادری اور ہر سوسائٹی میں موجود ہیں، ان کے حقوق جان کر پورے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

انھیں چیزوں اور حقوق کو پیش نظر رکھتے ہوئے عزیزم حافظ عبدالرزاق اظہر حفظہ اللہ نے قلم اٹھایا ہے اور بوڑھوں کے حقوق اور مقام کو اُجاگر کیا ہے، یہ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیے اور ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ ہر کوئی اپنے فرائض کو جان کر ان کو پورا

کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے، ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

تقبل الله جهوده وبارك فيه

کتبہ: حافظ ذکاء اللہ زاھد

مدیر: کلیۃ العلوم الشرعیۃ والدراسات الاسلامیۃ

امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، موترہ سیالکوٹ

7 رجب 1438ھ۔ 4 اپریل بروز منگل 2017ء

مقدمہ

انسان پر اللہ رب العزت کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسے اپنی تمام تر مخلوقات سے افضل، اعلیٰ، بلند تر اور باوقار بنایا ہے اور اس کی تخلیق کو اپنی قدرت کا مظہر عظیم اور بہت بڑا شاہکار قرار دے کر قرآنِ کریم میں اس کی خوب روئی کو سراہنے اور بیان کرنے سے پہلے قسمیں اٹھا کر اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں، جیسے کہ رب تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④﴾۔ ①

”انجیر کی قسم اور زیتون کی۔ اور طور سینین کی۔ اور اس امن والے شہر کی۔ کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے“۔

اور پھر انسان کے متعلق رب کائنات کا قانون و دستور یہ ہے کہ اس کے اس دنیوی سفر کو اللہ تعالیٰ نے تین مرحلوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے انتہائی کمزور چھوٹا سا بچہ تھا، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھتا چلا گیا اور بڑا مضبوط، طاقت ور اور صاحب عقل وخرد انسان جوان بن گیا، پھر تیسرا مرحلہ جوانی کے خوبصورت، حسین، ثمین ترین لمحات کو گزارنے کے بعد جوانی کی تمام تر توانائیاں کھو جاتا ہے اور آخر پھر بوڑھا، نحیف اور بہت زیادہ ضعیف ہوتا چلا جاتا ہے، انھیں تینوں مراحل کو قرآن نے بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

---

① سورۃ التین: 1تا4

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾﴾ ①

"اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے"۔

اور شریعت اسلامیہ نے انسان کے بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے کی دہلیز تک اور بڑھاپے سے موت کے دروازے تک اس کے متعلق ہر رعایت کو روا رکھا ہے اور اس کا بڑا خیال کیا ہے اور اس کے متعلق احکامات جاری کیے ہیں اور اس کے ہر مرحلہ کے حقوق و فرائض کو واضح اور متعین کیا ہے، اسلام نے تو انسان کی پوری زندگی کا ہی انتہائی زیادہ خیال کیا ہے، لیکن زیر نظر کتاب میں ہم نے آخری مرحلہ یعنی بڑھاپے اور عالم پیری کے مرحلہ کو بیان کرنے کی حقیری کاوش کی ہے، کیونکہ اسلام نے اس مرحلہ کو بڑے سارے اعزازات اور شرف سے نوازا ہے اور جب انسان اس مرحلہ میں چلا جائے تو اسلام نے ان کے لیے خاص طور پر وصیت فرمائی ہے کہ ان لوگوں کا احترام، عزت، توقیر اور خدمت پہلے سے بھی زیادہ کی جائے اور خاص طور پر بوڑھے والدین کا خاص خیال رکھنے کی طرف شریعت نے توجہ دلائی ہے، کیونکہ اس مرحلہ میں انسان کمزور ہو جاتا ہے، تو وہ اپنی حاجات و ضروریات، خدمت اور دوسرے دنیاوی معاملات میں محتاج ہو جاتا ہے اور زندگی کا یہ سفر انتہائی کٹھن اور دشوار ہے اور یہ کوئی تعجب اور حیرانی والی بات نہیں ہے کہ اس مرحلہ سے اللہ کے نبی جناب محمد ﷺ نے بھی اپنے اللہ سے پناہ مانگی ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

① سورة الروم:54

«اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ»۔ ①

”اے اللہ! میں عاجز آ جانے سے، سستی سے، بزدلی سے اور لاغر کر دینے والے بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں“۔

اور اسی طرح دوسری روایت کے الفاظ ہیں، نبی اکرم جناب محمد ﷺ اپنے رب سے یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ ②

”اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں اور میں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

کیونکہ یہ عمر محتاجی کی عمر ہے اور اس عمر میں انسان کی اولاد جس کے لیے پوری زندگی محنت ومشقت اور اپنی جوانی لگا دیتا ہے وہ اولاد بھی ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور خاص طور پر عصر حاضر میں جس قدر بوڑھوں، کمزوروں اور والدین کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے اس کی مثال شاید پہلے نہیں ملتی، آج نوجوان بوڑھوں کو ستاتے، مذاق کرتے، اٹکھیلیاں اور استہزاء کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، آوازے کستے اور ان کی عزتوں کو روندتے اور مسلتے نظر آتے ہیں اور اسی طرح اولادیں اپنے بوڑھے والدین کی خدمت، عزت اور توقیر کی بجائے انھیں اپنے اوپر بوجھ تصور کرتے ہیں اور ماں باپ کی آراء اور سوچ وفکر کو حقیر

---

① صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یتعوذ من الجبن: 2668، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من العجز والکسل: 2706

② سنن نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من فتنة الدنیا: 5479

جانتے ہیں، نہ ان کے لباس کی طرف توجہ، نہ ان کی صفائی ستھرائی کا خیال کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ بوڑھے کمزور لوگ معاشرے میں انتہائی کسم پرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ومقہور ہوتے ہیں، بھیک مانگ کر اپنے پیٹ کو پالتے ہیں، پھٹے پرانے اور گندے لباس زیب تن کیے ہوئے فٹ پاتھوں پر شاہراہوں، گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں دن رات گزار کر زندگی کے ایام پورے کر رہے ہیں اور نسل نوع میں اس قدر بدتمیزی کا عنصر پایا جاتا ہے کہ بوڑھے والدین کو دھکے دے کر، گالیاں دے کر گھر سے بیگانہ کر دیا جاتا ہے۔

معاشرے میں یہ جو طوفانِ بدتمیزی بپا ہے اور صورتِ حال دن بدن بگڑتی اور ابتر ہوتی چلی جا رہی ہے اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان محمد کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے کوسوں میل دور جا رہا ہے اور اسلامی اقدار سے بیگانہ اور نا آشنا ہے، کاش آج کا نوجوان دین محمد ﷺ سے وابستہ ہو جائے اور جان لے کہ نبی اکرم ﷺ، آپ کے خلفاء اور دیگر اسلامی معاشرے میں ان بوڑھوں کی قدر و قیمت اور عظمت ومقام کیا تھا، تو کبھی بھی ان بوڑھے اور کمزور لوگوں سے بدتمیزی نہ کرے (زیر نظر کتاب اسلام میں بوڑھوں کی عظمت) اسی ولولے اور جذبے کے تحت مرتب کی ہے کہ معاشرے میں بوڑھوں کی عظمت ومقام کو واضح کیا جائے اور نسل نوع پہچان جائے کہ اسلام نے ان بڑوں کے ادب واحترام اور ان کے مقام کو کس قدر بلند کیا ہے اور ہمارے بڑوں کے ہمارے اوپر کیا حقوق ہیں، اسلام نے ان کے متعلق ہم سے کیا مطالبہ کیا ہے، یقیناً جب ہمارے نوجوانوں کو ان تمام احکامات کا علم ہو گا تو پھر بوڑھوں کی عزت وعظمت اور اکرام واحترام پر اللہ تعالیٰ نے کن کن اجروں کے وعدے کیے ہیں تو پھر ضرور معاشرے میں بوڑھوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور معاشرے پر منڈلانے والے بدتمیزی کے بادل صاف ہوں گے، معاشرہ خوشحال اور امن وآشتی کا گہوارہ ہو گا، جب بڑوں کا احترام

ہوگا تو پھر ان شاء اللہ آسمان سے رحمتیں اور برکتیں قطار اندر قطار اتریں گی، کیونکہ رسول ہاشمی محمد عربی ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

«اَلْبَرَکَةُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ»۔ ①

”برکتیں تمھارے بڑوں کے ساتھ ہیں“۔

اس کتاب میں بوڑھوں کی عظمت کو مختلف ناحیوں سے بیان کیا گیا ہے، تاکہ قارئین کے لیے بڑوں کی عظمت اور عزت کو پہچاننا آسان ہو جائے اور یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب: بڑھاپے کی تعریف، معنی مفہوم اور تغیرات
دوسرا باب: بوڑھوں کے متعلق اسلامی تعلیمات
تیسرا باب: والدین کا خیال رکھنا بھی بوڑھوں کی خدمت کا پہلو ہے
چوتھا باب: نبی اکرم ﷺ اور صالحین امت نے بوڑھوں کا کیسے احترام کیا؟
پانچواں باب: افواج اسلامی میں بوڑھوں کا خیال
چھٹا باب: شرعی احکام میں بوڑھوں کے لیے آسانیاں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو خالصتاً اپنی رضا کے لیے قبول فرما کر ذریعہ ہدایت بنا دے اور زیادہ سے زیادہ قارئین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور معاشرے میں بوڑھوں کی عزت وعظمت کو اور بلند فرمائے اور اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے میری معاونت کرنے والے تمام احباب گرامی قدر کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، جن میں قابل ذکر استاذی مکرم فضیلۃ الشیخ حافظ ذکاء اللہ الزاھد حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقہار محسن حفظہ اللہ، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

---

① صحیح ابن حبان: 2/319: 559 اسنادہ صحیح

اور میں دعا گو ہوں الاخ الفاضل فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالوھاب حفظہ اللہ کے لیے بھی جنھوں نے بڑی محنت کے ساتھ اس کتاب کی کمپوزنگ وغیرہ کے فرائض سرانجام دیے، اللہ ان کو ان کے اہل وعیال میں برکتیں نصیب فرمائے۔

اور اس کتاب کو میرے لیے، میرے اساتذہ والدین اور تمام معاونین کے لیے صدقہ جاریہ اور آخرت کی تمام تر کامیابیوں کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

کتبہ:
حافظ عبدالرزاق اظہر
خطیب: جامع مسجد مکی اہل حدیث کاموکی ضلع گوجرانوالہ
مدرس: امام بخاری انٹرنیشنل یونیورسٹی موترہ، سیالکوٹ
وجامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث سوہاوہ، ڈسکہ
03338257302 03063381129
بتاریخ: 7 رجب 1438ھ، 4 اپریل بروز منگل 2017ء

قرآنِ کریم میں بڑھاپے کا تصور

انسان اپنی زندگی کے مختلف مراحل طے کر کے پھر بڑھاپے کے مرحلہ میں پہنچتا ہے جو کہ اس کی زندگی کا آخری دور ہوتا ہے اور قرآنِ کریم نے اس مرحلے کا بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ کچھ بوڑھے لوگوں کی مثالیں بھی بیان فرما دی ہیں، ہم قرآنِ مجید سے چند ایسے مقامات کا تذکرہ کرنے جا رہے ہیں جن میں بڑھاپے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بڑھاپا کمزوری ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾﴾۔ ①

"اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان یکے بعد دیگرے ان حالات واطوار سے گزرتا ہے، اس کی اصل مٹی ہے، یعنی اس کے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی، یا انسان جو کچھ کھاتا ہے، جس سے منی

---

① سورۃ الروم:54

پیدا ہوتی ہے جو رحم مادر میں جا کر اس کی تخلیق اور وجود کا باعث بنتی ہے، وہ سب مٹی ہی کی پیداوار ہے، پھر نطفہ، اس سے پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر ہڈیاں، جنھیں گوشت کا لباس پہنایا جاتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے، پھر ماں کے پیٹ سے اس حال میں نکلتا ہے کہ نحیف ونزار اور نہایت نرم ونازک ہوتا ہے، پھر بتدریج نشوونما پاتا ہے، بچپن، بلوغت اور جوانی کو پہنچتا ہے، پھر بتدریج رجعت قہقری کا عمل شروع ہوتا ہے، کہولت، شیخوخت اور پھر کبرسنی، بڑھاپا تا آنکہ موت اسے اپنی آغوش میں لے کر ہمیشہ کے لیے سلا دیتی ہے۔

بڑھاپے میں بچوں کا سا حال ہو جاتا ہے:

جب انسان ستر، اسی برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا جسم بدل جاتا ہے اور تمام تر قوتیں ضعف کا شکار ہو جاتی ہیں اور عالم شباب کو بڑھاپے میں بدل دیتی ہیں اور قوت وطاقت کمزوری میں بدل جاتی ہے اور زیادتی نقص کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کو بدل کر برعکس حالت میں کر دیتے ہیں یعنی جب وہ بچہ ہوتا ہے تو اس وقت اس کی نشوونما جاری رہتی ہے اور اس کی عقلی اور بدنی قوتوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے حتی کہ وہ جوانی اور کہولت کو پہنچ جاتا ہے، اس کے بعد اس کے قوائے عقلیہ اور بدنیہ میں ضعف وانحطاط کا عمل شروع ہوتا ہے، حتی کہ وہ ایک بچے کی طرح ہو جاتا ہے اور اسی چیز کو رب کائنات نے قرآن میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ①

"اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں تو اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا یہ سمجھتے نہیں؟"۔

---

① سورۃ یسین: 68

بڑھاپے میں علم بھی جاتا رہتا ہے:

جب انسان طبعی عمر سے تجاوز کر جاتا ہے تو پھر اس کا حافظہ بھی کمزور ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ عقل بھی ماؤف اور وہ نادان بچے کی طرح ہو جاتا ہے، جب جوانی تھی، قویٰ میں مضبوطی تھی، اس وقت یہ علم کا بہت بڑا شاہکار تھا، اپنے فن میں ماہر تھا، تجارتوں کے بڑے بڑے گر اسے آتے تھے، علم کی ایسی شمع فروزاں کیے ہوئے تھا کہ کائنات میں اس کے چرچے تھے، اپنے وقت کا بڑا فاضل، جلیل اور عالم نبیل تھا، خطیب نکتہ دان تھا، لیکن جب بڑھاپے کی لاٹھی مقدر ہوئی تو سب کچھ ہی جاتا رہا، جیسا کہ رب کائنات کے قرآن نے کئی ایک مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾① ۔

”اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہوجاتے ہیں۔ بے شک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے“۔

اور اسی مضمون کو رب تعالیٰ نے سورۂ حج میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ

---

① سورۃ النحل:70

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٥﴾ ①

”لوگو اگر تم کو مرنے کے بعد جی اُٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تا کہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں۔ اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو۔ اور بعض (قبل از پیری مر جاتے ہیں اور بعض شیخ فانی ہو جاتے اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔ اور (اے دیکھنے والے) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوتی ہے) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے“۔

یہاں بھی مراد بڑھاپے میں قویٰ کے اندر ضعف کا آنا اور ساتھ عقل وبصیرت، حافظہ اور یادداشت کا چلے جانا ہے۔

زندگی کے مختلف مراحل اور آخر بڑھاپا:

انسان زندگی کے مختلف ادوار اور اطوار سے گزرتا ہے، پہلے رحم مادر، پھر بچپن کے بعد جوانی کی بہاروں میں آتا ہے، لیکن کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں ہی فوت ہو گیا، کبھی یوں بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بچہ ابھی دنیا میں آیا ہے اور قبر کے پیٹ میں چلا گیا، کئی جوانی میں اور کئی کہولت اور ادھیڑ عمر میں دنیا سے چلے جاتے ہیں، لیکن عمومی طور پر یہی

---

① سورۃ الحج:5

ہے کہ انسان زندگی کے سارے ادوار گزار کر بڑھاپے میں اور اس سے آگے پھر موت ہے، یعنی زندگی کا آخری مرحلہ بڑھاپا ہی ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾﴾ ①

”وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ بنا کر پھر لوتھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔ اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو“۔

سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام اور بڑھاپا:

قرآنِ کریم نے سیدنا حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے کا تذکرہ کیا ہے، جب انھوں نے سیدہ مریم علیہا السلام کے سامنے بے موسم پھل پڑے ہوئے دیکھے تو اسی وقت آرزو اور دعا کے لیے اپنے خالق و مالک کے حضور اپنے دامن کو اٹھا لیا کہ اے میرے خالق و مالک اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور عالم پیری میں چلا جاتا ہے تو ایسے وقت میں ہڈیاں کمزور، اعضاء اضمحلال اور وھن کا شکار ہو جاتے ہیں، قوتیں اور توانائیاں ماند پڑ جاتی ہیں اور اولاد کا سلسلہ کار بھی منقطع ہو جاتا ہے، میں جانتا ہوں کہ یہ اولاد کا موسم نہیں ہے، لیکن اگر تو مریم کو بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے تو اپنے بوڑھے زکریا کو اولاد سے نواز سکتا ہے، اس پورے واقعہ کا تذکرہ قرآنِ کریم نے

---

① سورة المومن: 67

یوں کیا ہے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾﴾۔ ①

’’اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما تو بے شک دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے فیض یعنی (عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکو کاروں میں ہوں گے۔ زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا کہ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے‘‘۔

اور اسی طرح رب تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے کا تذکرہ سورۂ مریم میں بھی کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا

---

① سورۃ آلِ عمران:38۔40

وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④﴾۔ ①

’’کہیعص ۔ (یہ) تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان (ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر (کی تھی)۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ (اور) کہا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں اور سر (ہے کہ) بڑھاپے (کی وجہ سے) شعلہ مارنے لگا ہے اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا‘‘۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور بڑھاپا:

قرآنِ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ بہت کثرت سے کیا ہے اور سورۂ ھود میں اللہ نے ان کے عالم پیری اور بڑھاپے کا تذکرہ کیا ہے، جب ان کی بیوی سیدہ سارہ کو اولاد کی خوشخبری سنائی تو اس پُر مسرت خبر نے ان کو تعجب اور ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کیسے دیں گے، جب کہ اولاد پیدا ہونے کے سارے ظاہری اسباب منقطع ہو چکے ہیں، میں بھی بوڑھی اور بانجھ ہو چکی ہوں اور میرے سرتاج ابراہیم علیہ السلام بھی بڑھاپے کے عالم میں ہیں تو اس وقت جو انھوں نے حیرت انگیزی میں الفاظ کہے، قرآنِ کریم نے انھیں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ
يَعْقُوْبَ ⑦① قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا
لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ⑦② قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ
عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ⑦③﴾۔ ②

’’اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی، ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق

---

① سورۃ مریم:1۔4

② سورۃ ھود:71۔73

کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اس نے کہا اے اللہ! کہاں سے میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ وہ سزاوار تعریف اور بزرگوار ہے"۔

سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام اور بڑھاپا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جہاں اور پیغمبروں کے بڑھاپے کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے وہاں پر حضرت شعیب علیہ السلام کا بھی تذکرہ کیا ہے، جب سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی ستم کاریوں اور اس کی قوم کی زیادتیوں سے تنگ آ کر وہاں سے نکلے اور مدین پہنچے تو وہاں پر دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے کھڑی ہیں، جب کہ دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا پلا کر جا رہے ہیں، تو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم کیوں بکریوں کے پیچھے آتی ہو اور پھر یہاں پر ان کو روک کر رکھا ہوا ہے ان کو پانی کیوں نہیں پلا رہیں؟ تو انھوں نے جواب میں اپنے والد گرامی کے بڑھاپے کا تذکرہ کیا، جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۜ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾﴾۔ ①

"اور جب مدین کے پانی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے (اور اپنے چارپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان کے ایک طرف دو

---

① سورۃ القصص: 24،23

عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے (اُن سے) کہا تمہارا کیا کام ہے۔ وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے چارپایوں کو) لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ تو موسیٰ نے اُن کے لئے (بکریوں کو) پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے۔ اور کہنے لگے کہ پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے“۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور بڑھاپا:

اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بڑھاپے کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو روک لیا تو دوسرے ان کے بھائیوں نے بنیامین کو چھڑانے کے لیے والی مصر سیدنا یوسف علیہ السلام کے سامنے جس عظیم چیز کا تذکرہ کیا کہ جس کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں رحم آ جائے اور بنیامین کو چھوڑ دیں وہ ان کے والد گرامی سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کا بڑھاپا تھا، جسے قرآنِ کریم نے اس انداز سے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٧٨﴾۔ ①

”وہ کہنے لگے کہ اے عزیز اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجیے اور) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں“۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑھاپے کا تذکرہ کیا ہے اور اس واقعہ اور آیت کریمہ سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ امم سابقہ میں اور پہلے انبیاء کی

---

① سورۃ یوسف:78

شریعتوں میں بھی اور عام معاشرے میں بھی بوڑھوں کی عزت وتوقیر اور احترام کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، اسی لیے تو انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے باپ کے بڑھاپے کا تذکرہ کیا تھا کہ یہ ہمارے باپ کے بڑھاپے کو دیکھ کر ہی رحم کرتے ہوئے بنیامین کو چھوڑ دیں گے۔

اس لیے آج ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بوڑھوں پر شفقت ومحبت نچھاور کرتے ہوئے انھیں سکون اور اکرام پہنچانے کی کوشش کیا کریں۔

* ...... * ...... *

پہلا باب:

بڑھاپے کی تعریف اور معنی ومفہوم

بڑھاپے کی لغوی تعریف:

عرب لوگ بوڑھے آدمی کے لیے «المُسِنُّ» کا کلمہ استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ آپ کہتے ہیں:

اسنّ الرجل: کبر، و کبرت سنه، یسن اسنانا فهو مُسِنٌّ۔ ①

’’آدمی عمر رسیدہ ہو گیا، بڑی عمر کا ہو گیا، اس کی عمر بوڑھی ہو گئی ہے‘‘

جس طرح عرب لوگ «مُسِنٌّ» کے مترادف لفظ «شیخ» استعمال کرتے ہیں اور شیخ لغویوں کے نزدیک کس کے لیے استعمال ہوتا ہے:

من استبانت فیه السِنُّ وظهر علیه الشیب۔ ②

’’جس کی عمر بوڑھی ہو گئی اور بڑھاپا ظاہر ہو گیا‘‘۔

اور بعض لوگ اس کا اطلاق اس شخص پر کرتے ہیں جس کی عمر پچاس برس ہو چکی ہو۔ ③ اور کبھی بوڑھے شخص کے لیے لفظ «هرم» بولا جاتا ہے، اور یہ انتہا درجے کے بڑھاپے پر بولا جاتا ہے۔ ④

---

① لسان العرب، ابن منظور: 222/13

② المنجد، ص: 410

③ معجم الوسیط: 983

④ لسان العرب: 607/12

اور کبھی آپ بوڑھے شخص کے لیے «کھل» کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

یہ تمام الفاظ بڑھاپے اور عالم پیری پر ہی دلالت کرتے ہیں۔

اور بعض حکماء سے عمر کے متعلق چار قول نقل کیے گئے ہیں:

سِنّ الطفولة، ثم الشباب، ثم الكهولة، ثم الشيخوخة۔ ①

”بچپن، جوانی، پھر ادھیڑ پن یا ادھیڑ عمر، اس کے بعد بڑھاپا آتا ہے“۔

عربی لغت کی کتابوں سے جو صورتِ حال واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی عمر کو چار مراحل کی طرف تقسیم کرنا ممکن ہے اور وہ چار مراحل ایام طفولت اور بچپن کے بعد ہیں: پہلی شاب یعنی جوانی، پھر اس کے بعد دوسری «کھل» ادھیڑ عمری، تیسرا مرحلہ ہے «شیخ» بڑھاپا، مگر عاجز کر دینے والا نہیں ہے اور چوتھا مرحلہ «ھرم» ہے جو انسان کو لاغر، بے بس اور لاچار کر دیتا ہے۔

اور ہر وہ شخص جو جوانی کے مراحل کو گزار چکا ہے اور وہ چالیس برس کی عمر تک ہوتا ہے اسے لغت عرب میں «مُسِنٌّ» کہتے ہیں اور ان مراحل میں سب سے آخری مرحلہ «ھرم» ہے اور وہ عمر کا بہت زیادہ بوڑھا ہو جانا ہے۔ ②

اور اسی عمر پر ہی ابن جوزی رحمہ اللہ نے «ارذل العمر» کا اطلاق کیا ہے۔ ③

اور یہی وہ عمر کا حصہ ہے جس مرحلے سے محمد رسول اللہ ﷺ نے پناہ طلب کی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے، نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ»۔ ④

---

① فتح الباری: 240/11

② فتح الباری: 178/11

③ زاد المسیر فی علم التفسیر: 355/4

④ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یتعوذ من الجبن: 2668

"اے اللہ! میں عاجز آ جانے سے، سستی سے، بزدلی سے اور لاغر کر دینے والے بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں"۔

اور یہی عمر کا وہ مرحلہ اور حصہ ہے جسے محمد کریم ﷺ نے موت سے قبل کا مرحلہ قرار دیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا: هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا أَوْ غِنًى مُطْغِيًا أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا أَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا أَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ أَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ»۔ ①

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کرلو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کرتے ہو یا سرکش کر دینے والی امیری فاسد کر دینے والی بیماری مخبوط الحواس کر دینے والے بڑھاپے جلد رخصت کرنے والی موت کے منتظر ہو یا دجال جو ان چیزوں میں جو اب تک غائب ہیں سب سے برا ہے اس کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت اور قیامت تو بہت ہی سخت اور کڑوی ہے ان میں سے کس کا انتظار کرتے ہو"۔

اور اسی طرح عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان فرماتے ہیں وہ نبی اکرم جناب محمد کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

«مُثِّلَ ابْنُ آدَمَ وَإِلَى جَنْبِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ مَنِيَّةً إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ»۔ ②

"انسان کی تخلیق اس صورت میں کی گئی کہ اس کے دونوں جانب ننانوے

---

① سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب المبادرة بالعمل: 2306

② سنن ترمذی، کتاب القدر: 2150۔ (حسن)

(99) موتیں ہیں اگر وہ ان سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں گرفتار ہو جاتا ہے"۔

اصطلاحی تعریف:

عربی زبان میں بوڑھے شخص کے لیے لفظ «مُسِنٌّ» استعمال ہوتا ہے، بعض محققین کے نزدیک یہ لفظ معین عمر کے لیے بولا جاتا ہے اور وہ ساٹھ سال کی عمر ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے:

المسن ھو من تجاوز عمرہ الستین۔

"بوڑھا وہ شخص ہوتا ہے جس کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر جائے"۔

اور یہ بات واضح ہے کہ یہ مرحلہ ہر شخص کی بہ نسبت دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، بعض لوگ ایسے ہیں جو اس عمر کو یا اس سے زائد کے بعد بھی بڑے چست اور پھرتیلے ہوتے ہیں، ان پر بڑھاپے کی وہ پریشانیاں ظاہر نہیں ہوتیں اور بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ اس عمر سے بھی کم ہوتے ہیں اور وہ کمزور اور بوڑھے ہو جاتے ہیں اور سر اور داڑھی کے سارے بال سفید ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بڑھاپے کے لیے جو عمر تاریخی طور پر معیار شمار ہوتی ہے وہ یہی عمر ہے۔

وہ تغیرات جو بڑھاپے میں انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں:

بڑھاپے کے مراحل اور ادوار میں کمزوری عام طور پر انسان کے ساتھ ساتھ چلتی ہے جس کا تذکرہ رب کائنات نے قرآنِ مجید کی اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝٥٤﴾۔ ①

---

① سورۃ الروم:54

”اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے“۔

انسانی زندگی تین بڑے بڑے مراحل سے گزرتی ہے:

1۔ کمزوری

2۔ قوت

3۔ کمزوری

لیکن جو آخری ضعف اور کمزوری ہے وہ عمومی طور پر تمام انسانوں پر آتی ہے اور مومنوں کے لیے خصوصی طور پر ہوتی ہے، اس کی وضاحت ان چند تغیرات اور تبدیلیوں کا اختصار سے تذکرہ کرنے کے بعد آئے گی، جو تغیرات انسان کو بڑھاپے کے عالم میں پہنچتے ہیں۔

وہ تبدیلیاں جو جسمانی حوالہ سے آتی ہیں:

جوں جوں انسان کی عمر گزرتی جاتی ہے وہ بڑھاپے اور عالم شباب سے عالم پیری کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کے جسم پر بعض تغیرات اور تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو جاتی ہیں، مثلاً جلد پر بل آنا اور جلد کا خشک ہونا، سماعت کا کم پڑ جانا، آنکھوں کی بینائی کا کمزور ہو جانا، اسی طرح سونگھنے اور محسوس کرنے کی حس بھی عمومی طور پر مدھم ہونا شروع ہو جاتی ہے، آہستہ آہستہ چلنے کی جو حرکت ہے اس میں بھی وھن آ جاتا ہے، جسم کے عُضلات اور رگیں بھی ماند پڑ جاتی ہیں، بالوں کی سیاہی سفید چاندنی میں بدل جاتی ہے، یہ وہ تبدیلیاں ہیں جو ظاہری طور پر دکھائی دیتی ہیں۔

اور اسی طرح بعض ایسی تبدیلیاں اور تغیرات ہیں جو ظاہری طور پر دکھائی نہیں دیتیں، جیسے ہڈیوں کا کمزور پڑ جانا، جسم میں حرارت کم پڑ جانے کی وجہ سے حرکت بھی کم ہو جاتی

ہے، جسم میں بیماریوں کی شرح درستی سے بڑھ جاتی ہے، مثلاً عمومی طور پر بلڈ پریشر بڑھ جانا، شوگر وغیرہ زیادہ ہو جانا، قبض جیسی موذی بیماری کا مستقل ہو جانا اور ساتھ ساتھ جنسی حوالہ سے انسان کا کمزور ہو جانا یہ وہ تغیرات ہیں جو بظاہر دکھائی نہیں دیتے۔

بڑھاپے کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں تغیرات اور تبدیلیاں:

یہ بات ہر ذی شعور اور معاشرے میں زندگی گزارنے والا شخص بخوبی جانتا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے اجتماعی اور معاشرتی تعلقات کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بوڑھا آدمی اپنے پرانے اور قدیم دوستوں اور جو اس کے قریب رہنے والے لوگ ہیں ان تک ہی محدود ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ اور باعث بھی یہ جسمانی تغیرات اور تبدیلیاں ہی بنتی ہیں کہ وہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے ادھر ادھر جانے کی سکت اور طاقت نہیں رکھتا، جس کے نتیجے میں مزید تعلقات اور میل جول کم ہو جاتا ہے، جس طرح اس تغیر کی وجہ سے بوڑھے شخص کی زندگی میں ایک یہ تبدیلی بھی بہت زیادہ آ جاتی ہے کہ وہ فارغ رہنا اور لوگوں سے کٹ کر اکیلے ہی رہنا پسند کرتا ہے اور بوڑھوں کا معاشرتی حوالہ سے پیچھے رہ جانا بھی اس علیحدگی کا ہی نتیجہ ہے، نہ ہی وہ معاملات میں شریک ہوتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں انھیں زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑھاپا اور عقلی تغیرات:

یہ نظام قدرت اور دستور رب کائنات ہے کہ انسان جوں جوں بڑھاپے کی طرف جاتا ہے تو اسے مختلف قسم کی پریشانیوں سے واسطہ پڑتا جاتا ہے اور جب بڑھاپا مکمل طور پر چھا جاتا ہے تو اس وقت انسان کی دماغی صلاحیتیں ماند پڑنا شروع ہو جاتی ہیں، حافظہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور بھول جانا اور نسیان کی بیماری مکمل طور پر قابض ہوتی ہے اور خاص طور پر جدید اور نئی نئی معلومات اس کے حافظہ میں نہیں ٹھہرتیں اور جب بات کرتا ہے تو اس میں تکرار اور ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ کر جاتا ہے اور اسی طرح اپنے عزیز

واقارب اور بچوں کی بھی اتنی پہچان نہیں رہتی اور اسی طرح تعلیم وتعلم اور قدرت ادراک بھی وھن اور کمزوری کا شکار ہو جاتی ہے اس کی واضح ترین مثال سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ہے جس کو حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں رقم کیا ہے۔

حضرت یزید بن حبان فرماتے ہیں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم سیدنا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا، رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي وَاللهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا، وَمَا لَا، فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ...... ①

”جب ہم ان کے قریب بیٹھ گئے تو حصین نے ان سے کہا: زید! آپ کو خیر کثیر حاصل ہوئی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، ان کی بات سنی، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں۔ زید! آپ کو خیر کثیر حاصل ہوئی۔ زید! ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی (کوئی) حدیث سنایئے۔ (حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) کہا: بھتیجے! میری عمر زیادہ ہوگئی، زمانہ بیت گیا، رسول اللہ ﷺ کی جو احادیث یاد تھیں ان میں سے کچھ بھول چکا ہوں، اب جو میں بیان کروں اسے قبول کرو۔ اور جو (بیان) نہ کرسکوں تو اس کا مجھے مکلف نہ ٹھہراؤ“۔

---

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علی بن ابی طالب: 7/122: 6378

اس روایت میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑھاپے کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ ہی اپنے نسیان اور بھول جانے کی صورتِ حال کو واضح کیا ہے کہ جب بڑھاپا آ جاتا ہے تو عقل کمزور ہو جاتی ہے، حافظہ وھن کا شکار ہو جاتا ہے، باتیں بہت جلد دماغ سے زائل ہو جاتی ہیں، یہ ساری تبدیلیاں بڑھاپے کی وجہ سے انسان کا مقدر بن جاتی ہیں، اس طرح جہاں پر اور بڑے سارے تغیرات اور تبدیلیاں انسان کی زندگی میں واقع ہوتی ہیں اسی طرح عقل وخرد اور دماغ کی صلاحیتوں میں بھی یہ تبدیلیاں آتی ہیں۔

بڑھاپا اور اقتصادی تبدیلیاں:

جب بندہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس وقت اس پر اقتصادی تبدیلیاں بھی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہیں کہ جب جوان تھا، صحت مند اور طاقتور تھا تو اس وقت کماتا تھا، کاروبار اور تجارت کرتا تھا تو مال وافر اور ضروریات کو پورا کرنا مشکل نہ سمجھتا تھا، جوں ہی بڑھاپا آتا ہے تو اس وقت پھر ہمتیں ماند پڑ جاتی ہیں، بھاگ دوڑ زیادہ نہیں ہوتی، کاروبار کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے پاس مال کم پڑ جاتا ہے اور اپنی ضروریات کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ بندہ بیمار ہو جاتا ہے تو اس وقت بیماری کی وجہ سے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج معالجہ کے لیے روپے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دوائی وغیرہ لینی ہوتی ہے، پیسے پاس کم ہیں، دوائیاں مہنگی اور ڈاکٹر کی فیس بہت زیادہ اس وجہ سے بھی پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں، اس طرح بڑھاپے میں بندہ اقتصادی حوالہ سے بھی کمزور ہو جاتا ہے، آپ اپنی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ کئی بوڑھے لوگوں کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں، جوتا ٹوٹا ہوا ہے، غذائی اور کھانے پینے کی اشیاء میسر نہیں، فٹ پاتھوں پر، شاہراہوں پر، بازاروں اور مختلف قسم کی لوگوں کی آمد ورفت کی جگہوں پر وہ بوڑھے بندے بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پر اور بڑی ساری دعائیں کرتے تھے وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بڑھاپے میں اقتصادی اور مالی

کمزوری سے بچنے کے لیے دعائیں کیں بھی اور اپنی امت کو سکھائیں بھی، جیسا کہ جامع الصغیر کی صحیح سند سے روایت ہے، آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعُ رِزْقَكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمْرِيْ»۔ ①

"اے اللہ! جب میں بوڑھا ہو جاؤں اور میری عمر ختم ہونے کے قریب ہو تو اس وقت بھی میرے لیے اپنی طرف سے عطا کردہ رزق کی وسعت اور فراوانی عطا کرنا"۔

بڑھاپا اور جسمانی بے بسی:

بڑھاپا ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان بالکل بے بس ہو جاتا ہے اور لاچاری اور کم ہمتی مقدر بن کر رہ جاتی ہے، بغیر آسرے اور سہارے کے چلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، کھانا پینا بھی مشکل اور عبادات کا نظام کار بھی بڑھاپے کی وجہ سے مختل ہو کر رہ جاتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب جوان تھے تومند اور توانا تھے تو اس وقت عبادات اور ریاضات کا عالم یہ تھا کہ راتوں کو مصلے کی پشت پر کھڑے رہتے اور دن روزے کی حالت میں گزارتے تھے تو نبی رحمت جناب محمد کریم ﷺ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی عبادات میں مصروف و مشغول رہنے کی یہ کیفیت ہے تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور بلا کر دریافت کیا کہ واقعی آپ ایسے عبادت کرتے ہو، مجھے پتہ چلا ہے:

يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ، وَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ، هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَهَكَتْ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ

---

① صحیح جامع الصغیر: 396/1

أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

کہ آپ پوری پوری رات مصلے پر گزارتے ہو، قیام اللیل کرتے ہو اور سارا دن روزے کی حالت میں گزارتے ہو، اگر آپ نے ایسے مستقل بنیادوں پر کرنا شروع کر دیا تو آپ کی آنکھوں کی بصارت کمزور پڑ جائے گی اور جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس کے روزے کی اللہ کے ہاں قبولیت نہیں ہے، اس ایک مہینے میں تین روزے رکھا کرو، اللہ آپ کو پورے مہینے کے روزوں کا اجر اور ثواب عطا فرمائے گا، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس سے بھی زیادہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔

اور ایک روایت کے الفاظ آپ ﷺ نے فرمایا:

«صُمْ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ»۔

”ایک دن روزہ رکھ اور اللہ باقی ایام کا تجھے اجر عطا فرمائے گا“۔

تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ!

إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

”میں اس سے زیادہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں“۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ»۔

”دو دن روزہ رکھ لیا کر اللہ باقی ایام کا آپ کو اجر اور ثواب عطا فرمائے گا“۔

تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس سے بھی زیادہ استطاعت رکھتا ہوں“۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَكَ أَجْرُ مَا بَقِيَ»۔

’’تین دن روزہ رکھ لیا کر اللہ باقی ایام کا بھی آپ کو اجر اور ثواب عطا فرمائے گا‘‘۔

تو انھوں نے عرض کی میں اس سے بھی زیادہ استطاعت اور طاقت رکھتا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: چار دن رکھ لیا کر انھوں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ عِنْدَ اللّٰهِ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا»۔ ①

’’پھر حضرت داود علیہ السلام کا روزہ رکھ لیا کر، اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین روزہ حضرت داود علیہ السلام کا روزہ ہے، ایک روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے‘‘۔

اور سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ ، قَالَ: اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِيْ ثَلَاثٍ»۔

’’ایک ماہ میں قرآن مکمل کیا کر تو انھوں نے عرض کی، میں اس سے بھی زیادہ رکھنے کی استطاعت رکھتا ہوں، اسی طرح کرتے رہے حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین دنوں میں مکمل کیا کر‘‘۔

یہ وہ ایام ہیں جو زندگی کے بلند ترین اور چوٹی کے ایام ہیں جن میں انسان بڑا جفاکش اور مضبوط ہوتا ہے، تو ان ایام میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے شوقِ عبادت کا یہ حال تھا اور پھر جب بوڑھے ہو گئے، جب قویٰ کمزور ہو گئے، جفاکشی اور مضبوطی نے جب وھن اور کمزوری کا لباس زیب تن کر لیا تو پھر یہی عبداللہ رضی اللہ عنہ قیام نہیں ہوتا، حتی کہ رکوع

---

① صحيح مسلم. كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر: 2799،166/3

ویکسو نہیں ہوتے، بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنا بھی بہت دشوار ہو گیا، حتی کہ وہ خود اپنی زبان سے فرمانے لگے:

كَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ عِنْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ

"کاش میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے اس وقت رخصت قبول کر لیتا، اب بڑھاپے اور عالم پیری میں عبادت کرنا بہت مشکل نظر آ رہا ہے"۔①

اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں جسم کمزور ہو جاتا ہے اور یہ کام کرنے بھی مشکل ہو جاتے ہیں۔

اور اسی طرح اس جسمانی بڑھاپے اور کمزوری کے متعلق ابو العریان ھیثم بن اسود النخعی نے بڑے جامع اور مضبوط الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے، جب وہ بوڑھے ہو گئے اور ان کے کسی دوست نے ان کے حال کو دریافت کیا تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا:

أَجِدُنِي قَدِ ابْيَضَّ مِنِّي مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يَسْوَدَّ۔

"میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ مجھ سے وہ سفید ہو گیا ہے جسے میں سیاہ پسند کرتا تھا"۔

یعنی جن بالوں کی سیاہی کو میں بہت محبوب اور خوبصورت گردانتا اور سمجھتا تھا وہ بالوں کی سیاہی سفیدی کی چادر اوڑھ چکی ہے اور میرے نہ چاہتے ہوئے بھی اس سفیدی کی چاندنی نے مجھے گھیر لیا ہے۔

وَاسْوَدَّ عَنِّي مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يَبْيَضَّ۔

"اور جس چیز کا سفید رہنا میں محبوب سمجھتا اور پسند کرتا تھا وہ مجھ سے اب سیاہ ہو چکی ہے"۔

---

① صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن: 4/1922: 4765

میں اپنے چہرے کی خوبصورتی اور رعنائی کے لیے اپنی رنگت کی سفیدی کو محبوب جانتا تھا اور اس کے لیے کوشش بھی کرتا تھا کہ میرا رنگ سفید رہے، لیکن اب وہ سیاہی کی چادر اوڑھ چکا ہے اور میرے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے ہو گیا ہے۔

وَلَانَ مِنِّيْ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يَّشْتَدَّ مِنِّيْ۔

”اور میرے وہ اعضاء اور جسم کے حصے نرم پڑ چکے ہیں جنھیں میں سخت ہونا پسند کرتا تھا“۔

وَاشْتَدَّ مِنِّيْ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يَّلِيْنَ۔

”اور جسم کے جن حصوں کو میں نرم اور ملائم پسند کرتا تھا وہ اب سختی کی صورت اختیار کر چکے ہیں“۔

اور جو لوگ میرے آگے تھے وہ مجھ سے سبقت لے جا چکے ہیں اور جو میرے پیچھے تھے وہ مجھے آن ملے ہیں۔

وَأَنْسَى الْحَدِيْثَ وَأَذْكُرُ الْقَدِيْمَ۔

”اور نئی چیزیں جو میرے سامنے آتی ہیں ان کو بہت جلد بھول جاتا ہوں، نسیان کا شکار ہو چکا ہوں، حافظہ کمزوری کا رخ اختیار کر چکا ہے اور پرانی باتوں کو یاد کرتا رہتا ہوں“۔

وَأَنْعُسُ فِي الْمَلَإِ وَأَسْهَرُ فِي الْخَلَاءِ۔

”مجلسوں اور محافل میں بیٹھا ہوا اونگھتا ہوں اور جب اکیلا ہوتا ہوں تو اس وقت نیند نہیں آتی، بستر پر پڑے پڑے رات گزر جاتی ہے“۔

وَإِذَا قُمْتُ قَرُبَتِ الْأَرْضُ مِنِّيْ وَإِذَا قَعَدْتُ بَعُدَتْ عَنِّيْ۔①

”جب میں اٹھتا ہوں تو زمین میرے بالکل قریب ہو جاتی ہے یعنی اٹھا

---

① بهجة المجالس: 227/2

نہیں جاتا، اٹھتا ہوں تو فوراً زمین پر گر جاتا ہوں اور بڑھاپے کی وجہ سے سنبھل نہیں پاتا اور جب بیٹھتا ہوں تو زمین مجھ سے دور ہو جاتی ہے، یعنی بڑھاپے کی وجہ سے جلدی بیٹھا نہیں جاتا جس کی وجہ سے زمین مجھے بڑی دور محسوس ہوتی ہے''۔

اور اسی طرح حجاج بن یوسف رحمہ اللہ نے بنو لیث کے ایک آدمی سے سوال کیا جو بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکا تھا کہ بزرگو سناؤ آپ کا کھانا کیسا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا:

اذا اکلت ثقلت واذا ترکت ضعفت۔

''جب کھانا تناول کر لیتا ہوں تو چونکہ بڑھاپے کی وجہ سے نظام انہضام کمزور ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ ہضم نہیں ہوتا اور میرے لیے بوجھ ہی بنا رہتا ہے اور اسی طرح جب کھانا چھوڑ دیتا ہوں تو پھر نہ کھانے کی وجہ سے جسم کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے، سادہ لفظوں میں کھاؤں تب بھی سکون نہیں اور نہ کھاؤں تو تب بھی آرام نہیں ہے''۔

اور پھر اس نے کہا:

كيف نكاحك ؟

''آپ کا نکاح کیسا ہے؟''۔

اس نے کہا:

اذا بذل لی عجزت واذا منعت شرهت۔

پھر اس نے کہا:

كيف نومك ؟۔

''آپ کی نیند کیسی ہے؟''۔

تو اس نے جواب میں کہا:

أنام في المجمع وأسهر في المضجع۔

"جب لوگوں میں بیٹھتا ہوں، مجلس میں ہوتا ہوں تو اونگھ اور نیند ستاتی ہے اور بستر پر رات بیداری میں ہی گزار دیتا ہوں، نیند پڑتی ہی نہیں ہے"۔

پھر اس نے کہا:

كيف قيامك وقعودك؟۔

"آپ کا اٹھنا اور بیٹھنا کیسا ہے؟"۔

تو اس نے کہا:

إذا أردت الأرض تباعدت مني، وإذا أردت القيام لزمتني۔

"بڑھاپے کی شدت اور کمزوری کی صورتِ حال یہ ہے کہ جب زمین پر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو زمین پر میرے لیے بیٹھنا اتنا دشوار ہوتا ہے یوں ہی محسوس ہوتا ہے کہ زمین بہت دور چل نکلی ہے زمیں پر بیٹھا ہی نہیں جاتا اور جب زمین سے اٹھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمین نے مجھے پکڑ لیا ہے، اٹھنے نہیں دیتی، یعنی ٹانگوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ آسانی کے ساتھ اٹھ بیٹھ سکوں"۔

پھر اس نے کہا:

كيف مشيتك؟

"تیری چال ڈھال کیسی ہے؟"۔

تو اس نے جواب دیا:

تعقلني شعرة وأعثر ببعرة۔ ①

یعنی بڑھاپے اور عالم پیری میں انسان کا جسم کمزور ہو جاتا ہے پھر جی چاہے بھی کسی

---

① محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء، ص: 328

کام کو تو اپنے رب کی عبادت میں ہی محنت کر لو، لیکن اس وقت انسان کچھ بھی نہیں کر پاتا۔

یہ وہ تغیرات اور تبدیلیاں ہیں جو انسان کو بڑھاپے میں آتی ہیں، اسی لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو درس دیا ہے کہ لوگوں پانچ چیزوں کو غنیمت جانو، پانچ کے آنے سے پہلے پہلے:

«اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»۔ ①

"پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت شمار کرو! اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو اپنی تنگدستی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے"۔

جن میں ایک یہ بھی آپ ﷺ کی نصیحت ہے کہ اپنی جوانی اور طاقت کے لمحات کو بڑھاپے اور کمزوری کے آنے سے پہلے غنیمت جانو۔

بڑھاپے میں آنے والی تبدیلیوں کے متعلق اسلام کا موقف:

جن تغیرات اور تبدیلیوں کا مذکورہ صفحات پر تذکرہ ہوا ہے اس سے قرآنِ کریم کی عظمت کھل کر سامنے آ رہی ہے اور ساتھ ساتھ قرآن نے جو انسان کے بڑھاپے کی بڑی باریک بینی کے ساتھ تصویر کشی کی ہے وہ واضح ہو رہی ہے اور انسان کی اس حالت کا تذکرہ کیا ہے جس حالت کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ﴿اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ یعنی ردی ترین عمر کے القاب سے موصوف کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

---

(1) شعب الایمان: 7/263: 10248

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾۔ ①

”اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بے شک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے“۔

اور مفسرین نے رقم کیا ہے کہ ارزل العمر سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جس میں انسان انتہائی خستہ حالت اور ردی ترین حالت میں چلا جاتا ہے، جس میں انسان کے قویٰ جو بڑی قوت وطاقت سے معمور ہوتے ہیں وہ اپنی توانائیاں کھو جاتے ہیں، انسان کے حواس فاسد اور خراب ہو جاتے ہیں، گفت وشنید کا نظام مختل اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے، فکر ونظر اور بصیرت کا قلع قمع ہو جاتا ہے، جس وقت انسان کا حافظہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور مخبوط الحواسی اور بے عقلی نصیب اور مقدر بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عمر کو رزیل اور ردی ترین عمر قرار دیا ہے، کیونکہ یہ وہ حالت ہے جس حالت میں انسان کی جو چیز خراب ہو جائے اس کی اصلاح اور درستی کی امید ختم ہو جاتی ہے۔ ②

مگر مفسرین نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو ارزل العمر کی حالت کو بیان فرمایا ہے، بعض مومن اس حالت سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

إن هذا لا يكون للمؤمن بعضاً الخرف والرد لان المؤمن لا ينزع عنه علمه۔ ③

---

① سورة النحل: 70

② تفسیر ابن کثیر: 577/5

③ الجامع لأحكام القرآن: 141/10

’’یقیناً یہ ارزل العمر والا معاملہ مومن کے ساتھ نہیں ہوتا کہ اس کی عقل بھی جاتی رہے اور علم بھی جاتا رہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن سے اس کا علم نہیں چھینا جاتا‘‘۔

اور مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

لیس هذا فی المسلمین لان المسلم لا یزداد فی طول العمر والبقاء إلّا کرامة عند الله وعقلا ومعرفة۔

’’عقل کا خراب ہو جانا اور علم کا چھن جانا یہ مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہوتا، کیونکہ مسلمان کی عمر جوں جوں زیادہ اور بڑی ہوتی جاتی ہے اس کی عزت ووقار اللہ کے نزدیک بڑھتا جاتا ہے اور اسی طرح عقل اور معرفت وبصیرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی بات میں وزن بڑھتا جاتا ہے۔

اور اسی طرح عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

من قرأ القرآن لم یرد إلی أرزل العمر حتی لا یعلم بعد علم شیئاً۔ ①

’’جس نے قرآن پڑھ لیا وہ ارزل العمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا کہ اس کی حالت یہ بن جائے کہ وہ علم کو سیکھنے کے بعد بھی ایسے ہو جائے کہ جیسے اس نے کچھ سیکھا ہی نہیں، اللہ قرآن پڑھنے والے کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں فرماتے‘‘۔

اور اسی طرح تفسیر فتح القدیر میں طاؤس رحمہ اللہ کا قول نقل کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

إن العالم لا یخرف۔ ②

---

① تفسیر خازن:3/28

② فتح القدیر:179/3

”یقیناً عالم بڑھاپے اور آخری عمر میں بھی بے عقل اور مخبوط الحواس نہیں ہوتا“۔

اور حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ عبدالملک بن عمیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

إن أبقى الناس عقولاً قرّاء القرآن۔ ①

”جن لوگوں کی عقلیں بہت زیادہ باقی رہتی ہیں اور وہ دیر تک ہی نہیں بلکہ اپنی موت تک اپنی عقلوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو قرآنِ کریم بہت زیادہ پڑھنے والے ہیں“۔

اور اسی طرح امام ابن ابی دنیا رحمہ اللہ امام شعبی رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

من قرأ القرآن لم يخرف۔ ②

”جس نے قرآن پڑھا وہ آخری عمر میں بھی بے عقل اور ماؤف نہیں ہوتا، یعنی ارزل العمر کی حالت میں نہیں جاتا“۔

اور حضرت امام شنقیطی اپنی معروف زمانہ کتاب ”اضواء البیان“ میں مذکورہ بالا قرآن کی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن العلماء العالمين لا ينالهم هذا الخرف وضياع العلم والعقل من شدة الكبر۔

”یقیناً کائنات میں جتنے بھی علمائے دین اور کتاب وسنت سے پیار کرنے والے لوگ ہیں وہ اس مخبوط الحواسی، بے عقلی، علم کا ضائع ہو جانا اور عقل کا ماؤف ہو جانا بڑھاپے کی شدت کی وجہ سے وہ ان چیزوں کا شکار نہیں ہوتے“۔

---

① الدر المنثور: 146/5

② كتاب العمر والشيب لابن أبي الدنيا، ص: 70

اور یہ موقف مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم فرمان سے حاصل کیا ہے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝﴾۔ ①

”پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے“۔

مفسرین لکھتے ہیں: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا جواب استثناء ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان دار اور صالح اعمال کرنے والے لوگ وہ اس ردی اور بے عقلی والی عمر کو نہیں پہنچتے۔

اور اسی بات کو امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ②

کیونکہ مؤمن کی عمر جتنی بھی لمبی ہو جائے وہ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں اور اپنے خالق ومالک کا ذکر کرتا رہتا ہے، جس کی بنا پر وہ کامل عقل والا ہی رہتا ہے، یہ بڑھاپے کے حملے اور اس کی کمزوریاں اس کی عقل پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔

اور ہر خاص وعام سے یہ بات تواتر کے ساتھ محفوظ ہے کہ کتاب اللہ کا حافظ اس کی تلاوت پر ہمیشگی اور مداومت کرنے والے شخص کے حواس بالکل درست رہتے ہیں اور وہ آخری وقت تک اپنی فکر ونظر اور بصیرت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ③

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝﴾ کی تفسیر میں عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

① سورۃ التین: 6،5

② جامع البیان: 244/30

③ أضواء البیان: 334/9

لا ینزل تلك المنزلة أحد قرأ القرآن۔ ①

"جس شخص نے رب ذوالجلال والاکرام کے قرآن کو حفظ کیا ہے وہ اس مقام پر یعنی ارزل العمر تک نہیں پہنچتا"۔

اور محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من قرأ القرآن مُتع بعقله وان بلغ من العمر مائتی سنة۔ ②

"جس شخص نے قرآنِ کریم کو پڑھ کر حفظ کر لیا یاد کر لیا اس کے معانی، مفاہیم اور مطالب کو سمجھ لیا اس کی عمر اگر دو سو سال تک بھی پہنچ جائے تو وہ اپنی عقل وفکر سے فائدہ اٹھاتا ہی رہتا ہے"۔

اور ابن فورک رحمہ اللہ نے بڑے جزم اور مضبوطی سے اس بات کا اظہار کیا ہے:

أن صاحب البر تنفی عنه الآفات فی فهمه وعقله حال کبره ③

"یقیناً جو نیکی اور صالح اعمال کرنے والا شخص ہے اس کی عقل اور فہم وبصیرت پر بڑھاپے کی حالت میں بھی آفات شب خون نہیں مار سکتیں"۔

جس عنوان کا پہلے تذکرہ ہوا ہے وہ سارا اسی بات کو متناول ہے کہ وہ مسلمان جو قرآن پر عمل کرنے والا ہے، اس کی حفاظت کرنے والا ہے، اسے یاد کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ بڑھاپے اور عالم پیری میں بھی اس کی عقل وفکر اور بصیرت کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح بڑھاپے اور عالم پیری میں اللہ تعالیٰ مسلمان کی قوت کی بھی حفاظت فرماتے ہیں جیسا کہ امام ابن رجب رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے ذیل میں درج کیے جانے والے فرمان کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

① الدر المنثور: 558/8

② البدایة والنهایة: 558/2

③ فتح الباری: 416/10

«اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ»۔ ①

”اپنے اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے“۔

«تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَآءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ»۔ ②

”آسانیوں اور کشادگی اور آرام وسکون کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھا کرو، اگر تمھارا ایسا سلوک ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمھیں کبھی بھی مشکل اوقات میں اکیلے نہیں چھوڑے گا“۔

اور اسی طرح دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

«مَنْ حَفِظَ اللّٰهَ فِيْ صَبَاهُ وَقُوَّتِهِ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِيْ حَالِ كِبَرِهِ وَضُعْفِ قُوَّتِهِ»۔ ③

”جس شخص نے بچپن اور قوت وطاقت کے لمحات میں اپنے اللہ کی حفاظت کی (یعنی اللہ کی مقرر کردہ حدود وقیود کا خیال رکھ کر اور اللہ سے ڈر کر رہا) تو اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی حفاظت فرماتے ہیں جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی قوت وطاقت کمزوری میں بدل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں بھی اس کی سماعت، اس کی بصارت وبینائی، قوت وطاقت اور عقل سے فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں“۔

اور نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَقُرْبَةٌ

---

① سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ: 2516 (صحیح)، مسند احمد: 2763:301/1

② مسند احمد: 2804:307/1

③ جامع العلوم والحکم: 466/1

إِلَى اللهِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ وَتَكْفِيرٌ لِلسَّيِّاتِ وَمُطْرِدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ»۔ ①

’’رات کے قیام کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین اور نیکو کار لوگوں کی عادت، طریقہ ہے، اللہ کے قرب اور نزدیکی کا ذریعہ ہے، گناہوں سے روکتا ہے، غلطیوں کوتاہیوں کو مٹا ڈالتا ہے اور جسم سے بیماریوں کو دور کرتا ہے‘‘۔

یہاں پر جو بات شاہد ہے وہ یہ ہے کہ قیام اللیل عبادت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے جو جسم کے اندر عافیت وتندرستی کو زیادہ کرتی ہے اور جسم کو بیماریوں لاچاریوں اور لاغر پن سے بچاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی قوت وطاقت سے فائدہ دیتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ طب جدید نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ روزہ جوانی کے مراحل واوقات کو زیادہ کرتا ہے یعنی روزہ رکھنے والا آدمی اس کی جوانی کا وقت لمبا ہوتا ہے اور بڑھاپے کے عناصر مؤخر ہوتے جاتے ہیں، یعنی بڑھاپا تاخیر سے آتا ہے۔

اور رجال وسیرت کی کتابوں میں بڑے ایسے واقعات ہیں جو اس مذکورہ موقف کو مزید مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ابو الطیب رحمہ اللہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

قد جاوز المائة سنة وهو متمتع بقوته وعقله، فركب مرة سفينة فلما خرج منها قفز قفزة قوية لا يستطيعها الشباب فقيل له ما هذا يا ابا الطيب؟ فقال: ولم؟ وما عصيت الله بواحدة منها قط۔ ②

---

① سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی ﷺ: 3549

② سیر اعلام النبلاء: 670/17

> ''امام ابو الطیب طبری رحمہ اللہ کی عمر ایک سو برس سے بھی تجاوز کر گئی، جب کہ اتنی لمبی عمر گزر جانے کے باوجود بھی وہ بڑے قوی مضبوط تھے اور دماغی طور پر بھی بڑے مستحکم تھے، خوب فائدہ اٹھا رہے تھے اور ایک دفعہ کی بات ہے کہ وہ کشتی پر سوار ہوئے اور جب کشتی سے نکلنے لگے تو انھوں نے چھلانگ لگائی جیسی چھلانگ ایک نوجوان بھی نہیں لگا سکتا تو انھیں کہا گیا کہ اے ابو الطیب! یہ کیا ہے کہ اتنے بڑھاپے کے عالم میں بھی آپ اتنے مضبوط ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ایسے کیوں نہ ہو، کیونکہ میں نے پوری زندگی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور جب بندہ اللہ کی نافرمانیوں سے دامن بچا کر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی قوت کو ضائع نہیں کرتے''۔

جب کہ اس کے برعکس ہمارے اسلاف میں سے ایک شخص نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کر رہا تھا، بھیک مانگ رہا تھا تو اس وقت انھوں نے فرمایا تھا:

> إن هذا ضيع الله في صغره فضيع الله في كبره۔ ①
>
> ''یقیناً اس بندے نے اپنے بچپن و جوانی کے لمحات میں اپنے اللہ کی حفاظت نہیں کی آج بڑھاپے اور عالم پیری میں اللہ تعالیٰ نے اسے ضائع و برباد کر دیا ہے''۔

بہر حال مسلمانوں کا غالب حال یہی ہے کہ وہ بڑھاپے کے عالم میں بھی ان تغیرات اور تبدیلیوں تک نہیں پہنچتے کہ جن میں آدمی صحت و تندرستی کھو بیٹھتا ہے اور بدنی اور نفسی حوالہ سے انتہائی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی عمریں غالب طور پر ساٹھ سال سے ستر سال تک ہوتی ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

---

① جامع العلوم والحكم: 466/1

«أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى سَبْعِينَ وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذٰلِكَ»۔ ①

”میری امت کی عمریں ساٹھ سے لے کر ستر سال تک ہیں، ان میں کم ہی لوگ ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے“۔

یہ تو عام شکل ہے جو تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور ہمارے لیے یہ بات کہنا بھی حسن ہے کہ وہ مسلمان جو مومن ہے، حافظ قرآن ہے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہے اسے وہ تغیرات اور حادثات بڑھاپے کے مرحلے میں لاحق نہیں ہوتے اور خاص طور پر وہ حادثات جو اس کے جسم، عقل اور نفس میں خرابی کا باعث بن جائیں اور اگر کوئی ایسا حادثہ لاحق ہو جائے تو وہ دوسرے لوگوں کی نسبت بہت تھوڑا ہوتا ہے یا پھر اتنا متاخر اور لیٹ آتا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں لاحق ہوتا ہے۔

اور اس رائے کی تائید محمد کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جس کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِأَصْحَابِهِ: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ

---

① مستدرک حاکم: 3598، ابن حبان: 2980، اس کی سند حسن ہے۔

عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔ ①

"رسول اللہ ﷺ عموماً اپنی مجلس برخاست کرنے سے پہلے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے ان الفاظ میں دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی اس قدر خشیت عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہوجائے اور اپنی اتنی اطاعت نصیب فرما کہ جو تیری جنت تک ہمیں پہنچا دے اور اتنا یقین عنایت فرما جس سے ہم پر سے دنیاوی مصیبتیں دور ہو جائیں اور ہمیں ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوت سے جب تک زندہ رہیں فائدہ دے، اور انھیں ہمارے وارث بنا، اور ہمارا انتقام ظالموں تک محدود رکھ اور ہم سے دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما، ہمیں ہمارے دین کے متعلق آزمائش میں مت ڈال، دنیا ہی کو ہمارا اصل مقصد نہ بنا اور نہ دنیا کو ہمارے علم کی انتہا بنا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے"۔

اس حدیث نبوی میں جو الوارث لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد "باقی" ہے، یعنی بڑھاپے کے وقت تک ہماری قوت وتوانائی کو باقی اور برقرار رکھنا۔

اسی طرح حضرت امام مالک رحمہ اللہ موطا میں روایت نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فَيَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا، اِقْضِ عَنِّيَ الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ وَأَمْتِعْنِي بِسَمْعِي وَبَصَرِي وَقُوَّتِي فِي سَبِيلِكَ»۔ ②

"بے شک رسول اللہ ﷺ دعا مانگتے تھے پس فرماتے تھے: اے اللہ! پیدا

---

① جامع ترمذی، أبواب الدعوات، باب: 3502 (حسن)

② مؤطا مالك، كتاب نداء الصلوة، باب ما جاء في الدعاء: 4/297: 721

کرنے والے صبح کو اور رات کو راحت بنانے والے اور سورج اور چاند کو حساب سے چلانے والے! ادا کر تو میرا قرض اور غنی کر مجھ کو محتاجی سے اور مجھ کو فائدہ دے اپنی راہ میں میرے کان اور آنکھ سے اور میری قوت سے“۔

اس حدیث سے ہمارا محل استشہاد یہ ہے کہ اگر انسان کی ان تمام اشیاء کا بڑھاپے تک باقی رہنا اور ان سے بڑھاپے میں اور عمر کے آخری لمحات میں فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہوتا تو پھر نبی اکرم ﷺ یہ دعائیں بھی نہ کرتے، ممکن ہے تو تب ہی آپ ﷺ نے یہ دعائیں فرمائی ہیں اور ساتھ ساتھ بعد میں آنے والے امتیوں کے لیے بھی مشروع اور جائز قرار دی ہیں تب ہی آج امت کے لوگ ان دعاؤں کو یاد کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔

لمبی عمر کی دعا کرنا برا نہیں:

جو ہمارا پچھلا مضمون چل رہا ہے اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے ہماری اس مؤقف کے لیے یہ بھی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض لوگوں کے لیے لمبی عمر کی دعا فرمائی ہے تو اگر مومن بھی ان اپنے تمام اعضاء سے بڑھاپے میں فائدہ نہ اٹھا سکتا ہوتا تو پھر نبی اکرم ﷺ لمبی عمر کی دعا نہ فرماتے۔

اور لمبی عمر مومن کے لیے بری ہوتی اس میں اس کے لیے شر کا پہلو ہوتا، تو پھر آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے لمبی عمر کی دعا نہ فرماتے اور نہ ہی بعد میں آنے والی اپنی امت کے لیے جائز قرار دیتے، جبکہ آپ نے لمبی عمر کی دعائیں فرمائی ہیں، حدیث میں آتا ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعَا لَهُ، فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَاَطِلْ حَيَاتَهُ وَاغْفِرْ لَهُ»۔ ①

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو مال

---

① الادب المفرد:1/227:653

زیادہ عطا فرما، اولاد زیادہ عطا فرما، عمر لمبی نصیب کر اور اس کے گناہوں کو معاف فرما دے''۔

رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ لمبا زمانہ زندہ رہے، بڑی طویل عمر پائی اور جب فوت ہوئے تو اس وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

(مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب نبوی دعاؤں کے اثرات کا مطالعہ کیجیے)

اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تُوُفِّيَ ابْنِي فَجَزِعْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لِلَّذِي يُغَسِّلُهُ لَا تُغَسِّلِ ابْنِي بِالْمَآءِ الْبَارِدِ وَتَقْتُلُهُ فَانْطَلَقَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهَا فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ: «مَا قَالَتْ طَالَ عُمُرُهَا»، قَالَ: فَلَا أَعْلَمُ امْرَأَةً عَمَرَتْ مَا عَمَرَتْ۔ ①

''میرا بیٹا فوت کر دیا گیا جس پر مجھے سخت غم اور صدمہ پہنچا تو اس شخص سے کہا جس نے میرے بیٹے کو غسل دینا تھا کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل مت دینا، کیونکہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ غسل دے کر تو آپ اس کو قتل کر دیں گے، جس پر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کو ام قیس رضی اللہ عنہا کی یہ بات بتلائی تو آپ ﷺ اس کی بات سن کر مسکرا دیے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی عمر لمبی ہو اس نے کیا کہا ہے''۔ تو سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا کے نتیجے میں اسے اتنی عمر دی گئی کہ میں کسی عورت کو نہیں جانتا جس کو اتنی عمر دی گئی ہو جتنی عمر ام قیس رضی اللہ عنہا کو دی گئی تھی''۔

---

① مسند احمد: 6/355: 27044

لمبی عمر سعادت کا باعث ہے:

نبی اکرم ﷺ نے لمبی عمر کو سعادت کے اسباب میں سے ایک سبب شمار فرمایا ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حدیث نقل فرمائی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ يَّطُولَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ الْاَنَابَةَ»۔ ①

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کی خوش نصیبی اور خوش قسمتی ہے کہ اللہ اسے لمبی عمر عطا فرما دے اور ساتھ ساتھ اسے انابت اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق مل جائے“۔

امام ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ ②

لمبی عمر اللہ کی طرف سے خیر ہے:

لمبی عمر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و بھلائی کی علامت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب انسان سے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے لمبی عمر سے نواز دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ خَيْرًا أَمَدَّ لَهُمْ فِي الْعُمُرِ وَأَلْهَمَهُمُ الشُّكْرَ»۔ ③

”جب رب کائنات کسی قوم کے ساتھ خیر و بھلائی اور آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے لمبی عمر عطا فرما دیتے ہیں اور انھیں شکریہ ادا کرنے کی عادت ڈال دیتے ہیں“۔

اسی وجہ سے بہت زیادہ علمائے کرام نے ان مذکورہ روایات سے استدلال لے کر

---

① مسند احمد: 3/332: 14604 (حسن لغیرہ)

② مجمع الزوائد: 1/206

③ جامع الصغیر: 1/139: 441

اس بات کو واضح کیا ہے کہ انسان کے لیے لمبی عمر کی دعا کرنا جائز ہے۔

لمبی عمر بھی جزا کا انداز ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک صالح اور برگزیدہ بندوں کو لمبی عمر عطا فرما کر جزا عطا فرماتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی پوری زندگی روح کے قبض کیے جانے تک عافیت وصحت اور تندرستی والی ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَضِنُّ بِهِمْ عَنِ الْقَتْلِ، يُطِيلُ أَعْمَارَهُمْ فِي حُسْنِ الْعَمَلِ، وَيُحْسِنُ أَرْزَاقَهُمْ، وَيُحْيِيهِمْ فِي عَافِيَةٍ»۔ ①

”اللہ رب العزت کے کچھ ایسے مخصوص اور چنے ہوئے بندے ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ فنا ہونے اور تباہ و برباد ہونے سے محفوظ فرما لیتے ہیں اور اچھے اعمال کرنے کے لیے انھیں لمبی عمریں عطا فرماتے ہیں اور انھیں بہترین رزق سے نوازتے ہیں اور انھیں عافیت اور تندرستی والی زندگی عطا فرما دیتے ہیں اور جب ان کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس وقت بھی وہ انتہائی عافیت اور خوشی کے عالم میں ہوتے ہیں“۔

عمر کو لمبا کرنے والے اعمال:

نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بعض ایسے اعمال کے متعلق ہماری راہنمائی فرمائی ہے جو انسان کی عمر میں طوالت کا باعث اور سبب بنتے ہیں اور عمر کے لمبا ہونے کو آپ ﷺ نے ان فضیلت والے اعمال کی جزا شمار کیا ہے اور ان اعمال میں سے والدین کے ساتھ نیکی اور اچھا برتاؤ کرنا ہے، صلہ رحمی کرنا ہے، اچھا اخلاق، ہمسایوں سے اچھا برتاؤ اور تقویٰ جیسے اعمال شامل ہیں۔

---

① معجم الکبیر: 217/10

1۔ پہلا عمل، صلہ رحمی:

عمر میں اضافہ کر دینے والے اعمال میں سے ایک عظیم عمل صلہ رحمی کرنا ہے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» ۔①

”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ اور فراوانی ہو اور اس کی موت میں تاخیر ہو یعنی عمر لمبی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے“۔

2۔ دوسرا اور تیسرا عمل، حسن اخلاق:

عمر میں برکت اور طوالت کا سبب بننے والا دوسرا عمل حسن اخلاق ہے، جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ، فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ، وَيَزِيْدَانِ فِي الْأَعْمَارِ» ۔②

”وہ شخص کہ جسے نرمی کا کچھ حصہ عطا کیا گیا، یقیناً اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا حصہ اور نصیب عطا کر دیا گیا ہے اور صلہ رحمی، ہمسایوں سے حسن سلوک اور اچھا اخلاق یہ گھروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ اور زیادتی کا باعث بنتے ہیں“۔

4۔ چوتھا عمل، والدین سے حسن سلوک:

عمر کی زیادتی کے لیے چوتھا سبب والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنا ہے، جیسا

---

① صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم: 5986

② مسند احمد: 6/159: 25298؛ سلسلہ احادیث الصحیحۃ: 519 (اسنادہ صحیح)

کہ سیدنا سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَرَّ وَالِدَیْهِ طُوْبٰی لَهٗ زَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ عُمُرِهٖ»۔ ①

”اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کیا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عمر کو زیادہ کر دیتے ہیں یعنی اسے لمبی عمر عطا فرماتے ہیں“۔

ایک اور حدیث نبوی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ»۔ ②

”قضاء قدر کے فیصلوں کو کوئی عمل بھی واپس نہیں کر سکتا، سوائے دعا کے، یعنی دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اور نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کر دیتے ہیں“۔

بعض علمائے کرام نے عمر میں زیادتی کی تفسیر یہ کی ہے کہ عمر میں برکت پڑ جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی وفات کے بعد اس کا تذکرہ اچھے الفاظ سے ہوتا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ دنیا سے اس کا تذکرہ جلدی ختم بھی نہیں ہوتا اور بعض علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد نیک اولاد ہے جو اس کے لیے مرجانے کے بعد بھی بخشش و مغفرت کی دعائیں کرتی رہتی ہے۔ ③

اور ایک قول یہ ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ اس کی زندگی آفات اور حادثات سے محفوظ رہتی ہے اور وہ اپنے فہم وبصیرت اور عقل وخرد میں اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، جیسے یہ بات کہی گئی ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ رزق میں اضافہ اور فراخی ہو جاتی ہے، کمانے میں آسانی ہو جاتی ہے، کیونکہ رزق زندگی ہے اور فقر موت ہے، جیسا

---

① الادب المفرد: 22:22/1

② مستدرک حاکم: 1814:670/1، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ سلسلة صحيحة: 13/1

③ فتح الباری: 416/10

کہ ایک روایت ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی أَعْلَمَ مُوسٰی عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِأَنَّهُ يَمُوتُ عَدُوُّهُ ثُمَّ رَاٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَنْسِجُ الْخُوصَ فَقَالَ: يَا رَبِّ وَعَدْتَنِي أَنْ تُمِيتَهُ قَالَ: قَدْ فَعَلْتُهُ ذٰلِكَ لِأَنِّي أَفْقَرْتُهُ»۔ ①

”اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا کہ آپ کا دشمن مر جانے والا ہے، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کچھ عرصہ کے بعد دیکھا کہ وہ ان کا دشمن درختوں کے پتے چن رہا تھا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ اسے فوت کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے مار دیا ہے، کیونکہ میں نے اس پر فقر و فاقہ مسلط کر دیا ہے اور فقر و فاقہ ہی موت ہے“۔

ان تمام ادلہ و براہین سے یہ بات واضح ہو رہی ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ عمر کی زیادتی کے حوالے سے جتنے بھی آثار اور احادیث وارد ہوئی ہیں وہ اپنی حقیقت پر ہیں کہ واقعتاً عمر میں زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ بہت زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی اسی بات کے قائل ہیں، جن میں سیدنا عمر بن خطاب، عبداللہ بن مسعود، ابو وائل اور کعب رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر اس مؤقف پر قائم ہے۔

اور اسی بات کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام سیوطی، ابن حجر، ابن قتیبہ، ابن فورک اور ابن سعد رحمہم اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔ ②

اور حضرت امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق تمام اقوال کو ایک عمدہ اور نفیس رائے میں جمع کیا ہے اور اس رائے میں انھوں نے دوسرے قول کی ہی تائید کی ہے اور اس

---

① ارشاد ذوی العرف، ص:58

② فتاوی ابن تیمیة: 517/8. فتح الباری: 488/11 امام سیوطی کا قول دیکھنے کے لیے دیکھیے: ارشاد العرف، ص:60. ابن سعد کا قول دیکھنے کے لیے دیکھیے بهجة قلوب الابرار: 160/2

بات کو راجح قرار دیا ہے کہ جب آدمی وہ عمل کرتا ہے اور وہ اسباب بروئے کار لاتا ہے جن سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے وہ عمر میں حقیقی طور پر اضافہ ہوتا ہے، سابقہ تمام آثار کی روشنی میں۔ ①

اور دولت عثمانیہ کے معروف عالم احمد المفتی بغلبۃ رحمہ اللہ نے اپنے ایک چھوٹے رسالہ میں اس بات کی تائید کی ہے۔ ②

اور کچھ علمائے کرام عمر میں حقیقی طور پر زیادتی اور اضافے کے قائل نہیں، اس اشکال اور تعارض سے بچنے کے لیے جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث نبوی سے پیدا ہو رہا ہے، جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی:

> اَللّٰهُمَّ أَمْتِعْنِي بِزَوْجِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِأَبِي أَبِي سُفْيَانَ وَبِأَخِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ سَأَلْتِ اللّٰهَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ وَأَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ»۔ ③

> ”اے اللہ! مجھے اپنے خاوند رسول اللہ ﷺ اور والد ابوسفیان اور بھائی معاویہ سے فائدہ دینا، نبی ﷺ نے فرمایا: ”تو نے اللہ سے مقرر شدہ اوقات و ایام اور تقسیم شدہ رزق کا سوال کیا ان میں سے کسی چیز کو وقت مقرر سے مقدم اور موخر نہیں کیا جاتا“۔

اور شیخ مرعی المقدسی رحمہ اللہ نے اپنے ایک جامع ترین رسالہ میں بڑی جانفشانی سے اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور اس میں انھوں نے طرفین کے دلائل نقل کیے ہیں اور ساتھ

---

① تنبیہ الافاضل للشوکانی

② رسالہ فیما یزید الاعمار و یرد القضاء، ص:45

③ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال والارزاق:8/55:6941

ساتھ ہر ایک نے جو دوسرے پر رد کیا ہے اس کا بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے اور اپنی بات کو انھوں نے امام سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول پر مکمل کیا ہے:

> إنه قد تظاهرت الاحاديث والآثار على زيادة العمر ونقصه بالنسبة لما في اللوح المحفوظ أو برز إلى الملائكة لا بالنسبة إلى علم الله فان علمه ازلي لا يتغير ولا يتبدل وما في اللوح المحفوظ يغير ويبدل۔ ①

> ''عمر کے زیادہ ہونے اور کم ہونے کے متعلق احادیث نبویہ اور آثار سے جو بات واضح ہو رہی ہے وہ یہی ہے کہ یہ کمی اور زیادتی لوح محفوظ، جو فرشتوں کے سامنے ظاہر ہوا ہے اس نسبت سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے، کیونکہ اللہ کا علم ازلی ہے، اس کے اندر تبدیلی اور تغیر واقع نہیں ہوتا اور جو لوح محفوظ میں ہے اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے''۔

یہی موقف شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن العربی المالکی، ابن حجر اور شوکانی رحمہم اللہ کا ہے۔

سابقہ ادلہ وبراہین کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر میں اضافہ حقیقی طور پر ہوتا ہے، شریعت اسلامیہ میں اس کے بڑے سارے دلائل ہیں اور یہی ان سابقہ نصوص کا تقاضا ہے اور متعدد امت کے بڑے بڑے علماء کا بھی یہی مؤقف ہے، جیسا کہ یہ امر بھی بڑا مرغوب اور سعادت ہے کہ بندہ نیک اور صالح اعمال اپنا وتیرہ اور شعار بنا لے اور دوسروں کے لیے دعا بھی کرے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عمروں کو لمبا کر دیں گے اس وجہ سے جو انھوں نے فضیلت والے اعمال کیے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے قویٰ، ان کی سماعت وبصارت، عقول سے فائدہ انھی نیک اعمال کی وجہ سے عطا فرماتے ہیں اور ان کے یہ تمام اعضاء ایسے ہی پروان چڑھتے اور

---

① ارشاد ذوی العرفان، ص:60-66

نشوونما پاتے ہیں۔

اس خصوصیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگ بڑھاپے اور کبر کی بیماریوں کے علاج کے لیے کوشاں ہیں اور یہ کوششیں اہل مغرب میں بہت زیادہ ہیں اور بڑی واضح کوششیں ہیں کہ بڑھاپے کا علاج تیار کیا جائے اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان ڈاکٹرز بھی شامل ہیں، مگر یہ ساری کی ساری کوششیں اور محنتیں بے کار اور فضول ہیں، ان کا کوئی فائدہ اور نتیجہ نہیں، کیونکہ اس کے متعلق نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے، جس کو اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

> أَنَّ الْأَعْرَابُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا نَتَدَاوٰى قَالَ: «نَعَمْ يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَضَعْ دَآءً إِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَآءً أَوْ قَالَ دَوَآءً إِلَّا دَآءً وَاحِدًا» قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا هُوَ قَالَ: الْهَرَمُ»۔ ①
>
> ”کچھ دیہاتی لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم اپنی بیماریوں میں دوائی وغیرہ نہ لے لیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے اللہ کے بندو! اپنی بیماریوں میں شفا کے لیے دوائی لیا کرو، یقیناً سوائے ایک بیماری کے باقی تمام بیماریوں کی اللہ تعالیٰ نے دوائی کا بھی سلسلہ جاری فرمایا ہے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اللہ کے رسول! وہ کون سی بیماری ہے جس کی اللہ نے دوائی ہی نہیں بنائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بڑھاپا اور عالم پیری ہے“۔

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق بڑھاپے کا علاج نہیں ہے، لیکن اگر مسلمان آدمی اپنی زندگی اللہ کی مقرر کردہ حدود وقیود کے مطابق گزارتا ہے اور قرآن کو حفظ کرتا ہے تو وہ بڑھاپے کی بیماری اور لاچاریوں سے بالکل بچ جائے گا اور اگر ان کا شکار ہو گا تو

---

① سنن ترمذی، کتاب الطب، باب الدواء والحث علیه: 4/383: 2038 (صحیح)

وہ بہت تھوڑا ہوگا۔

اور اس بڑھاپے کا مکمل علاج اور اس کے متعلق تمام تر کوششیں بے کار اور فضول ہیں، اس کا علاج ممکن نہیں ہے۔

…………*

دوسرا باب:

اسلام میں بوڑھوں کا خیال رکھنا

انسان بڑی ہی مکرم مخلوق ہے اور اس کا مقام اسلام میں بڑا ہی بلند ہے:

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس وقت فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۷۳﴾﴾۔ ①

"جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا"۔

اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سجدہ عزت وعظمت اور احترام کے لیے کروایا تھا۔ ②

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی كَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿۷۰﴾﴾۔ ③

---

① سورۃ ص:71۔73

② تفسیر القرآن العظیم:21/4

③ سورۃ بنی اسرائیل:70

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"۔

قرآنِ کریم کی ان آیات کے عموم سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو رہی ہے کہ دین اسلام میں بوڑھوں کا مقام ومرتبہ، عزت واحترام اور قدرومنزلت بہت ہی قابل قدر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بوڑھے لوگوں کا خاص طور پر جو مقام ومرتبہ اور عظمت وشان ہے وہ اللہ کے فضل وکرم سے اس مبحث کے درمیان میں واضح اور روشن ہو جائے گا۔

مسلمان معاشرہ ایک دوسرے پر رحم اور محبت کا نقیب ہوتا ہے:

اس بات کی وضاحت اللہ تعالیٰ خود قرآن میں بیان فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾۔ ①

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں"۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کے وصف اور ان کی خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾﴾۔ ②

"پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہو جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے"۔

اور نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ مومنوں کے وصف کا تذکرہ کرتے ہوئے

---

① سورۃ الفتح:29

② سورۃ البلد:17

فرماتے ہیں کہ تمام کے تمام مومن اور ایمان دار لوگ ایک جسم کی مانند ہیں۔

اور یہ وہی ہے جس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»۔ ①

”ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی و شفقت میں مومنوں کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے“۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَاِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ»۔ ②

”تمام تر مسلمانوں کی مثال ایک آدمی کی طرح ہے کہ اس کی آنکھ درد محسوس کرتی ہے تو سارا بدن درد محسوس کرتا ہے، اگر سر درد کرتا ہے تو سارے کا سارا جسم درد کرتا ہے“۔

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»۔ ③

---

① صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم: 5665:2238/5

② صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین: 6754:20/8؛ مسند احمد: 18417:271/4

③ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ: 13:14/1

’’تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے‘‘۔

اور اسی طرح جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نقل کیا ہے:

«لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ»۔ ①

’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا‘‘۔

اور اسی طرح حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ. اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ»۔ ②

’’رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں، تم زمین میں بسنے والوں پر رحم کرو، آسمان والا رب تمھارے اوپر رحم کرے گا‘‘۔

اور ایسے ہی حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا ہی جلیل القدر ارشادِ گرامی بیان فرمایا ہے، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ مِنْ أَهْلِ الْإِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ يَأْلَمُ لِأَهْلِ الْإِيْمَانِ كَمَا يَأْلَمُ الْجَسَدُ لِمَا فِي الرَّأْسِ»۔ ③

’’بے شک مومن کا مقام ومرتبہ مومنوں کے ہاں ایسے ہی ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے مومن مومنوں کی تکلیف کو ایسے ہی محسوس کرتا ہے جس طرح سر جسم کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے‘‘۔

---

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ قل ادعوا اللہ: 6/2686: 6941

② سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب رحمة المسلمین: 4/323: 1924

③ مسند احمد: 5/340: 22929 یہ روایت صحیح لغیرہ ہے

رحم کی قدر و قیمت، فضیلت اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے رحم نہ کرنے والے شخص کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو خسارہ اور گھاٹا پانے والے ہیں، جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

«خَابَ عَبْدٌ وَخَسِرَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ تَعَالَى فِي قَلْبِهِ رَحْمَةً لِلْبَشَرِ»۔ ①

”وہ بندہ ناکام ونامراد ہو گیا جس کے دل میں اللہ نے انسانوں کے لیے رحمت نہیں رکھی“۔

اور نبی اکرم ﷺ نے مسلمان معاشرہ میں محبت ومودت کی فضا پیدا کرنے کا بڑا ہی اعلیٰ اور عمدہ طریقہ بیان فرمایا ہے، جس طریقہ کو بروئے کار لا کر معاشرے میں محبت کی فضا قائم کی جا سکتی ہے، جیسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ. أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»۔ ②

”اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک تم ایمان نہیں لاتے اس وقت تک تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور اس وقت تک تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے، کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں جسے تم کرو گے تو تمھارے درمیان محبت پیدا ہو جائے گی، آپس میں سلام کو عام کرو“۔

---

① صحیح جامع الصغیر وزیادتہ: 3205:611/1 یہ روایت حسن ہے

② مسند أحمد: 10180:477/2

اسلام میں احسان کی جزا احسان ہی ہے:

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝٦٠﴾ ۔①

"نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے"۔

جو شخص اپنے خالق و مالک کی عبادت احسن طریقے سے کرتا ہے اور اس کے بندوں کو نفع پہنچاتا ہے تو اس کی جزا یہی ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے پورا پورا اس کے بدلے میں اجر اور ثواب عطا فرمائے اور اسے ہر طرح کی کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور نعمتوں سے مرصع اور معمور زندگی عطا کرے۔

اور محمد بن علی (ابن حنفیہ) رحمہ اللہ قرآنِ کریم کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہر نیک اور برے آدمی کا ریکارڈ ہے، جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔②

جیسا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ»۔③

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان اور نیکی کرنے کا مطالبہ کیا ہے"۔

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم جناب محمد ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ»۔④

"جو نوجوان کسی بوڑھے کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عزت کرتا

---

① سورۃ الرحمٰن:60

② الادب المفرد. ص:61

③ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الامر بالاحسان:6/72:5167

④ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، 4/372:2022

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے کے دور میں اس کی عزت کرتا ہے''۔

اس حدیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ کسی بھی نوجوان کا کسی بوڑھے شخص کے ساتھ احسان اور نیکی کرنا اس جوان کے لیے اکرام و احترام کا سبب بنے گا، جب یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچے گا اور بعض علمائے کرام اس حدیث سے یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ یہ حدیث بوڑھوں کی عزت اور احترام کرنے والوں کی عمر کے لمبا ہونے کی دلیل ہے کہ اس نوجوان کو اللہ لمبی عمر عطا فرمائے گا کہ یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچے گا اور اس کے اس عالم پیری میں اس وقت کے جوان اس کا احترام بجالائیں گے۔

مسلم معاشرہ مل جل کر رہنے والا ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہے:

دین اسلام نے اس بات پر بڑی ترغیب دلائی ہے کہ دین اسلام کو ماننے والا معاشرہ ایسا خوبصورت ہو کہ اس معاشرے کا ہر فرد باہمی تعاون کر کے ایک دوسرے کو مستحکم اور مضبوط کرے اور اس معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کی خدمت میں اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے غموں، پریشانیوں اور دکھوں کا مداوا کریں اور انھیں خوشیاں اور آسانیاں مہیا کریں اور انھیں ضائع مت کریں اور ان سے اچھا سلوک کر کے اپنے خالق و مالک رب ذوالجلال والاکرام سے اجرِ عظیم حاصل کریں، کیونکہ دوسرے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ایسا عظیم عمل ہے کہ نبی کل کائنات جناب محمد کریم ﷺ نے اس کی بڑی مدحت سرائی فرمائی ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ:

اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ ؟

اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ کے نزدیک افضل ترین عمل شمار ہوتا ہے، تو آپ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

«أَفْضَلُ الْعَمَلِ اَنْ تُدْخِلَ عَلٰی أَخِیْكَ الْمُؤْمِنِ سُرُوْرًا أَوْ تَقْضِيَ عَنْهُ دَیْنًا أَوْ تُطْعِمُهُ خُبْزًا»۔ ①

”اللہ کے ہاں افضل ترین عمل یہ ہے کہ آپ اپنے مسلمان بھائی کو خوشی پہنچائیں یا اس سے قرض اتار دیں یا اسے کھانا کھلا دیں“۔

جیسے ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرنا صدقہ قرار دیا گیا ہے جیسے کہ ہر روز وہ اپنی ذات کا صدقہ ادا کرتا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «فِي ابْنِ اٰدَمَ سِتُّوْنَ وَثَلَاثُ مِائَةِ سَلَامَي أَوْ عَظْمٍ أَوْ مَفْصَلٍ عَلٰی كُلِّ وَاحِدٍ فِيْ كُلِّ یَوْمٍ صَدَقَةٌ كُلُّ كَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ صَدَقَةٌ وَعَوْنُ الرَّجُلِ اَخَاهُ صَدَقَةٌ»۔ ②

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم میں تین سو ساٹھ جوڑ یا ہڈیاں ہیں اور ہر ایک پر ہر روز صدقہ ہے، ہر اچھا اور خوبصورت کلمہ صدقہ ہے اور اسی طرح ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کی معاونت کرنا بھی صدقہ ہی شمار ہوتا ہے“۔

اور نبی اکرم ﷺ نے معاشرے میں ایک مومن اور مسلمان کی دوسرے اپنے مومن بھائی کے ساتھ کیسی کیفیت ہونی چاہیے اس کو بڑے ہی بلیغ اور عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ أَخِیْهِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُوا الْمُؤْمِنِ یَكُفُّ عَلَیْهِ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَآءِهٖ»۔ ③

---

① سلسلة الاحاديث الصحيحة:25/3

② سلسلة الاحاديث الصحيحة:5/2

③

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے آئینے کی حیثیت رکھتا ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے"۔

اور اسی طرح حضرت امام مسلم ﷫ نے صحیح مسلم میں نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». ①

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

اور نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مسلمان معاشرے کے افراد کو مزید ابھارا اور شوق دلایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خدمت وتعاون میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور ایک دوسرے کی حاجات وضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کریں، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے لمبی حدیث بیان کرتے ہیں، اس کے الفاظ یوں ہیں:

«وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ». ②

"جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت وضرورت میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں"۔

اور وہ شخص کس قدر خوش قسمت اور خوش نصیب ہے کہ جس کی حاجات وضروریات کا خیال عرش معلیٰ سے رب کریم کی ذات گرامی خود کرتے ہیں۔

اور آپ ﷺ نے اپنی امت کی بھرپور توجہ اس بات کی طرف دلائی ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچائیں اور انھیں ہر ممکنہ خوش رکھنے کی کوشش کریں اور ان کے کٹھن حالات میں ان کا ساتھ دیں اور آپ ﷺ نے ایسا کرنے والے شخص کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے

---

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ: 12:14/1

② صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم: 2310:812/2

جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب اور پیارے لوگ ہیں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَحَبُّ النَّاسِ اِلَى اللهِ تَعَالَى اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ وَاَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ سُرُوْرٌ يُدْخِلُهُ عَلٰى مُسْلِمٍ أَوْيَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً»۔ ①

”اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ترین لوگ وہ ہیں جو ان میں سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف محبوب اعمال میں سے افضل عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا اور اس سے کسی مصیبت و پریشانی کو دور کرنا“۔

بوڑھے مومن کا اللہ کے ہاں بہت بلند قدر مقام ہے:

مومن کی عمر جتنی بڑھتی ہے وہ اس کے لیے بھلائی ہی ہوتی ہے، مومن اور ایمان دار بوڑھے شخص کے مقام و مرتبہ اور عظمت پر محمد رسول اللہ ﷺ کے بڑے سارے فرامین کتب حدیث میں پائے جاتے ہیں جن میں سے چند پیش خدمت ہیں، بوڑھے مومن کی شان و مقام اور اس کی لمبی عمر اس کے لیے بہت بڑی خیر بھی ہے، گناہوں سے درگزر اور گھر والوں کی اللہ کے ہاں شفاعت کا ذریعہ اور سبب بھی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی مکرم رسول معظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَتَمَنَّى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ اِنَّ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرَهٗ اِلَّا خَيْرًا»۔ ②

”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ ہی موت کے آنے سے

---

① المعجم الکبیر: 453/12

② صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب کراھۃ تمنی الموت: 6995:65/8

پہلے موت مانگنے کی دعا کرے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور جب کہ مومن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی اس کے لیے بھلائیاں اور خیرات کے دروازے کھلتے جاتے ہیں''۔

لیکن افسوس صد افسوس! آج لوگوں کی صورتِ حال یہ ہے کہ بوڑھوں کی موت کے لیے دعائیں کرتے ہیں کہ یہ بوڑھا نہ مرتا ہے نہ جان چھوڑتا ہے اور اسی پر ہی بس نہیں بلکہ صورتِ حال تو اس سے بھی زیادہ ابتر اور پریشان کن ہے کہ آج بوڑھوں کو لوگ زہر دے کر مارنے کی بھی بھرپور کوشش کرتے ہیں، ان کی سوچ اور فکر کیا ہے کہ یہ تو اب ایکسپائر ہو چکا ہے اس بوڑھے کی اب معاشرے میں کیا ضرورت ہے، نہ یہ کام کر سکتا ہے نہ ہی کسی پریشانی کا ازالہ کرنے میں ہمارے ساتھ کوئی تعاون کر سکتا ہے، لہٰذا اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی، جن بوڑھوں کی آج ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی کتنی عظمت بیان فرمائی ہے، آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا میں سب سے بہترین اور خیر و بھلائی سے معمور لوگ ہیں تو وہ بوڑھے ہیں جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ» قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: «خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا اِذَا سَدَّدُوْا» ①۔

''کیا میں تمھیں بہترین لوگ نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کیوں نہیں، اللہ کے رسول! ضرور بتلائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو لمبی عمر والے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ درست رہیں یعنی دین اسلام پر زندگی گزارنے والے ہوں''۔

---

① مسند أبي يعلي: 214/6، مجمع الزوائد: 206/10، اسناده حسن

جن بوڑھے لوگوں کو آج معاشرہ خاطر میں نہیں لاتا، انھیں بوڑھوں کو امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے خیر و بھلائی والے اور بہترین لوگ قرار دیا ہے، ان لوگوں کی بدقسمتی اور بدنصیبی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے بوڑھوں کو اپنے اوپر بوجھ تصور کرتے ہیں، اگر آپ کا حدیث نبوی پر ایمان کامل ہے تو پھر بوڑھے باپ کو بوڑھی ماں کو، بوڑھے چچا کو، بوڑھے اور کسی عزیز، رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کو خوشی پہنچا کر ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لیں، میں اپنے مالک کی عزت وعظمت کے صدقہ سے یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور خیرات اور بھلائیاں عطا فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

کیونکہ مسند احمد کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے ان بوڑھوں کو دنیا کے افضل ترین لوگ قرار دیا ہے، حدیث نبوی کے الفاظ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ تَسْبِيحُهُ وَتَكْبِيرُهُ وَتَهْلِيلُهُ»۔ ①

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں افضل ترین وہ شخص ہے جو مومن ہے اور ایمان کی حالت میں ہی بوڑھا ہو گیا ہے، اس کے تسبیحات کرنے، تکبیرات پڑھنے اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کا افضل ترین انسان قرار دیا ہے“۔

اور اسی پر ہی بس نہیں، محمد رسول اللہ ﷺ نے انھیں بوڑھے لوگوں کو منبع خیر و برکت قرار دیا ہے، آج لوگ کہتے ہیں گھر میں خیر و برکت نہیں رہی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ برکتیں رحمتیں ہمارے گھر سے روٹھ چکی ہیں، برکت روٹھے کیوں نہ، آج گھروں میں بوڑھوں کو گالیاں دی جاتی ہیں، مندا بولا جاتا ہے، ان کے بارے میں ردی گفتگو کی جاتی ہے، ان کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا، ان کے لیے کھانا بنانا ان کے کپڑے

---

① مسند احمد: 1402:20/3؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: 6/2

دھلائی کرنا، گھروں میں مشکل سمجھا جاتا ہے جس گھر میں بوڑھوں کے ساتھ ایسا سلوک ہو اس گھر سے برکت روٹھ ہی نہیں جاتی بلکہ وہاں پر بے برکتی، لڑائیاں جھگڑے، شرانگیزیاں اور بڑے بڑے فتنے ڈیرے ڈال لیتے ہیں، بلکہ وہ گھر پریشانیوں اور ابتلاؤں کی آماج گاہ بن جاتے ہیں، آیئے لوگو اگر برکتیں سمیٹنا چاہتے ہو، گھروں میں سکون وآرام اور فرحت چاہتے ہو تو پھر محمد کریم ﷺ کی حدیث کو اپنے گھر میں لکھ کر سجایئے اور اس پر عمل کر کے اپنے بوڑھوں کی عزت وتوقیر کے محافظ بن جایئے، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ کے گھر کا عظیم نشان بن جائیں گی، جیسا کہ حدیث نبوی ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْخَیْرُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ»۔①

”خیرات اور بھلائیاں تمھارے بوڑھوں کے ساتھ ہی ہیں“۔

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

«اَلْبَرَکَةُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ»۔②

”برکتیں تمھارے بڑوں کے ساتھ ہیں“۔

عزیز قارئین! آج اگر ہم برکات کو سمیٹنا اور مقدر بنانا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے بوڑھوں کا خیال رکھنا ہوگا، کیونکہ اس بات کی گارنٹی اور ضمانت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور آپ کی زبان نبوت نے جو کچھ فرما دیا وہ حق اور سچ ہے اس لیے اپنے بوڑھوں کو مذاق کرنے، انکھیلیاں کرنے، طعن وتشنیع کرنے اور انھیں بوجھ تصور کرنے سے کنارہ کش ہو جایئے، اگر ایسا کریں گے تو پھر ان شاء اللہ برکتیں ہمارا نصیب اور مقدر بن جائیں گی۔

اور اس سے بھی بڑھ کر اسلام پر بوڑھا ہو جانے والے لوگوں کی قدر ومنزلت کو مزید

---

① مسند البزار: 88/2، امام زرقانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ سلسلہ صحیحہ: 1778

② صحیح ابن حبان: 559:319/2، إسنادہ صحیح

سراہتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بوڑھوں کا خیال رکھا کرو اور ان کے بڑھاپے اور عالم پیری میں ان کی لاٹھی، ان کا آسرا اور سہارا بن جاؤ، کیونکہ یہ وہ عظیم اور بلند پایہ ہستیاں ہیں جو قیامت کے دن اپنے گھر والوں کے لیے رب کے دربار میں سفارشی بن جائیں گی، جیسا کہ مسند احمد کی روایت ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اسے بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ مُعَمَّرٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، إِلَّا صَرَفَ اللهُ عَنْهُ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ مِنَ الْبَلَاءِ: الْجُنُونَ، وَالْجُذَامَ، وَالْبَرَصَ، فَإِذَا بَلَغَ خَمْسِينَ سَنَةً، لَيَّنَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِسَابَ، فَإِذَا بَلَغَ سِتِّينَ، رَزَقَهُ اللهُ الْإِنَابَةَ إِلَيْهِ بِمَا يُحِبُّ، فَإِذَا بَلَغَ سَبْعِينَ سَنَةً، أَحَبَّهُ اللهُ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، فَإِذَا بَلَغَ الثَّمَانِينَ، قَبِلَ اللهُ حَسَنَاتِهِ، وَتَجَاوَزَ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ تِسْعِينَ، غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ، وَسُمِّيَ أَسِيرَ اللهِ فِي أَرْضِهِ، وَشَفَعَ لِأَهْلِ بَيْتِهِ». ①

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بوڑھا اور عمر رسیدہ شخص جو اسلام میں چالیس برس کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے تین طرح کی آزمائشوں کو دور کر دیتے ہیں جنون، کوڑھ اور پھل بہری کا مرض، اللہ تعالیٰ ان تین بیماریوں سے

---

① مسند احمد: 3/217:13303۔ یہ روایت مسند احمد اور مسند ابی یعلی میں آتی ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف الجامع الصغیر رقم: 4047 پر نقل کیا ہے اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے امام ابن جوزی پر رد کیا ہے جو انھوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب موضوعات میں نقل کیا ہے اور انھوں نے اس حدیث کے معنی کو قوی قرار دیا ہے اور ساتھ اس کے مختلف طرق اور سندیں بیان کی ہیں، حوالہ کے لیے دیکھیے کتاب جامع الاحادیث القدسیہ: 3/435

اسے محفوظ کر لیتے ہیں، جب وہ پچاس برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حساب وکتاب کا معاملہ نرم کر دیتے ہیں، جب ساٹھ برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی انابت عطا فرماتے ہیں جسے وہ پسند کرتا ہے، جب ستر برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور تمام اہل آسمان اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں، جب اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو قبول فرما لیتے ہیں اور غلطیوں سے درگزر کر دیتے ہیں، جب نوے برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اسے زمین میں اسیر اللہ یعنی اللہ کا قیدی اس لقب سے ملقب کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے تمام اہل خانہ کی سفارش بھی کرے گا“۔

بوڑھے مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ اتنی قدر کرتے ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے بڑے انعامات ہیں، اس سے بڑھ کر ان کی عظمت وشان اور کیا ہو سکتی ہے۔

اور سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں دو بدوی اور دیہاتی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول:

مَنْ خَيْرُ الرِّجَالِ؟

”مردوں میں سے سب سے زیادہ بہتر کون لوگ ہیں؟“۔

تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ»۔ ①

”بہترین آدمی وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال خوبصورت اور اچھے ہوں“۔

اور یقیناً ہمارا تو منہج اور عقیدہ ہے کہ نبی رحمت کا ہر فرمان حکمتوں سے معمور اور بھرپور ہے، اب جس کی عمر لمبی ہے وہ کیسے بہتر ہے، اس کا اندازہ مسند احمد کی اس روایت سے لگایا

---

① مسند احمد 4/190: 17734؛ جامع الصغیر: 3291

جا سکتا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِيٍّ حَيٌّ مِنْ قُضَاعَةَ أَسْلَمَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتُشْهِدَ أَحَدُهُمَا، وَأُخِّرَ الْآخَرُ سَنَةً. قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ: فَأُرِيتُ الْجَنَّةَ، فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا، أُدْخِلَ قَبْلَ الشَّهِيدِ، فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ، فَأَصْبَحْتُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهُ رَمَضَانَ، وَصَلّٰى سِتَّةَ آلَافِ رَكْعَةٍ، أَوْ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلَاةَ السَّنَةِ؟». ①

’’بلی قبیلہ جو کہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے اس قبیلہ کے دو آدمی نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے، ان میں سے ایک جامِ شہادت نوش کر گیا اور دوسرا ایک سال بعد تک زندہ رہا، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جنت کو دیکھا کہ اس میں ان دونوں میں سے مؤخر تھا یعنی جو ایک سال بعد تک زندہ رہا وہ جنت میں شہید سے پہلے داخل کر دیا گیا ہے، تو مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوا تو صبح کے وقت میں نے یہ بات نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے اس کے بعد رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے، چھ ہزار رکعت نماز ادا نہیں کی اور اسی طرح فلاں فلاں سنتیں نہیں پڑھیں‘‘۔

یعنی وہ ایک سال لمبی عمر پانے کی وجہ سے اس شہید ہونے والے سے بھی پہلے جنت میں چلے گئے، یہی آپ کا فرمانِ گرامی ہے کہ بہترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہے اور عمل

---

① مسند احمد، 2/333:8380 اسنادہ حسن، مجمع الزوائد: 10/939:17553

اچھے اور خوبصورت ہیں۔

اور پھر یہی وہ عمر رسیدہ اور بوڑھے لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ بڑی ہی نرمی روا رکھتے ہیں اور ان بوڑھوں سے والہانہ محبت کا انداز نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان عالی شان سے لگایا جا سکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَبْنَاءَ السَّبْعِينَ يَسْتَحْيِي مِنْ أَبْنَاءِ الثَّمَانِينَ»۔ ①

”اللہ تعالیٰ ستر سال عمر پانے والے شخص سے محبت کرتے ہیں اور اسی برس عمر پانے والے کا بہت زیادہ حیا کرتے ہیں“۔

اور حضرت امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ ان کے ساتھ حیا کرنے والے کی طرح معاملہ کرتے ہیں یعنی اسے اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیں گے، یہاں پر حیا سے مراد وہ حقیقی حیا نہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو رذیل اور خراب چیزوں سے روک کر رکھے۔

بوڑھوں کی عزت اور مشابہت اختیار کرنا مسلمان معاشرے کی علامت ہے:

مسلمان معاشرے کو بڑی ہی نرم اور خوبصورت صفات کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور ان صفات کریمہ میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں بوڑھوں کی عزت وآبرو کا بہت زیادہ خیال کیا جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ مسلسل پوری زندگی بوڑھوں کی عزت وتکریم کا درس دیتے رہے، جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں نقل کیا ہے سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ»۔ ②

”یقیناً مسلمان بوڑھے شخص کی عزت واحترام اللہ رب العزت کے جلال اور

---

① التیسیر شرح جامع الصغیر: 272/1

② الادب المفرد، ص: 130، سنن أبی داود، 4845:411/4 (حسن)

اللہ کی عزت وتوقیر سے ہے''۔

اور اسی طرح بوڑھوں کے مقام ومرتبہ کو اور چار چاند لگاتے ہوئے نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سنن ترمذی کی روایت ہے سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کو بیان کرتے ہیں:

> جَآءَ شَيْخٌ يُرِيدُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَبْطَأَ الْقَوْمُ عَنْهُ أَنْ يُوَسِّعُوا لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»۔ ①
>
> ''ایک بوڑھا شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو لوگوں نے اس کے معاملہ میں کچھ تاخیر سے کام لیا اور جلدی اس کے لیے راستہ نہیں کشادہ کیا، رحمت جہاناں محمد کریم ﷺ کو یہ بات اس قدر گراں گزری تو اس وقت آپ ﷺ نے اپنی قوم اور اپنی امت کو ایک بڑا ہی بلند وبالا قانون اور ضابطہ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے چھوٹے پر شفقت ومحبت نہ کی اور بڑے کی عزت وتوقیر کو ملحوظ خاطر نہ رکھا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

بوڑھوں کا احترام نہ کرنے والے کیسے پاک ہوں گے؟:

بوڑھے لوگوں کی عزت وتوقیر اور ان کی دادرسی کا رب کائنات نے خود مطالبہ کیا ہے اور یہ نہیں کہ صرف اس امت سے ہی کیا، بلکہ امم سابقہ میں بھی بوڑھے لوگوں کا خیال رکھنے پر بہت زور دیا گیا ہے اور جو لوگ بوڑھوں کی عزت ان کے حقوق اور ان کے معاملات کا خیال نہیں کرتے انھیں نہ ہی دنیا میں سکون وآرام میسر آتا ہے اور نہ ہی آخرت میں ان کو سخت ترین عذابوں سے پاک کیا جائے گا، جیسا کہ نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان اس پر شاہد ہے، ابن ماجہ کی روایت ہے:

جب مسلمان ہجرت حبشہ سے سمندر کے رستے واپس پلٹے تو ان لوگوں سے آپ نے

---

① سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الصبیان: 4/321: 1919

دریافت کیا کہ واپسی پر اگر کسی نے کوئی حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہو تو وہ سنائے تو راستے میں دیکھے گئے واقعہ کو سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا رَجَعَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَاجِرَةُ الْبَحْرِ، قَالَ: «أَلَا تُحَدِّثُونِي بِأَعَاجِيبِ مَا رَأَيْتُمْ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ؟» قَالَ فِتْيَةٌ مِنْهُمْ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَرَّتْ بِنَا عَجُوزٌ مِنْ عَجَائِزِ رَهَابِينِهِمْ، تَحْمِلُ عَلَى رَأْسِهَا قُلَّةً مِنْ مَّاءٍ، فَمَرَّتْ بِفَتًى مِنْهُمْ، فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْهَا، ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَلَى رُكْبَتَيْهَا، فَانْكَسَرَتْ قُلَّتُهَا، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: سَوْفَ تَعْلَمُ يَا غُدَرُ إِذَا وَضَعَ اللهُ الْكُرْسِيَّ، وَجَمَعَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، وَتَكَلَّمَتِ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ، بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ، فَسَوْفَ تَعْلَمُ كَيْفَ أَمْرِي وَأَمْرُكَ عِنْدَهُ غَدًا. قَالَ: يَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَدَقَتْ، صَدَقَتْ كَيْفَ يُقَدِّسُ اللهُ أُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِضَعِيفِهِمْ مِنْ شَدِيدِهِمْ؟» ۔①

”جب سمندر کا سفر طے کرنے والے مہاجر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ مجھے وہ عجیب باتیں نہیں بتاؤ گے جو تم نے حبشہ کے ملک میں دیکھیں؟ ان میں سے کچھ نوجوان افراد نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! (ہم سنائیں گے) ایک بار ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس سے ان کی ایک راہب بڑھیا گزری جس نے سر پر پانی ، مٹکا اٹھایا ہوا تھا۔ وہ ان میں سے ایک جوان (لڑکے) کے پاس سے گزری تو اس نے اس (راہبہ) کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اسے دھکا دے دیا۔ وہ گھٹنوں

---

① سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر: 4010

کے بل گری۔ اس کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ جب وہ اٹھی تو اس (شریر لڑکے) کی طرف مڑ کر بولی: ارے دھوکے باز! تجھے تب پتہ چلے گا جب اللہ تعالیٰ (حشر کے میدان میں) کرسی رکھے گا اور تمام پہلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا اور (انسانوں کے) ہاتھ اور پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دیں گے، پھر تجھے پتہ چلے گا کہ کل (قیامت کو) اس (اللہ) کے پاس میرا تیرا معاملہ کیسے طے ہوتا ہے؟ راوی نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے (یہ واقعہ سن کر) فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیونکر پاک کرے گا جس میں طاقت ور سے کمزور کو حق نہیں دلوایا جاتا؟“۔

اس لیے عزیز قارئین کبھی بھی زندگی میں کسی بوڑھے کمزور شخص کے ساتھ کسی بھی طرح کی زیادتی نہ کر بیٹھنا، کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جسے رب تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے اور ایسا کرنے والے شخص پر رب تعالیٰ کو انتہائی زیادہ غصہ آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق کو سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو صیغہ استعمال کیا ہے یہ تحریم پر دلالت کرتا ہے اور بعض علمائے کرام نے بوڑھوں کی عزت کو پامال کرنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔①

ان احادیث نبویہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ بوڑھوں کا ہر حال میں خیال رکھنا ضروری ہے اور اگر سفر میں چلتے ہوئے دیکھیں کہ ایک بوڑھا آدمی آپ کے پیچھے آ رہا ہے تو اس کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ رک جائیں، اس بوڑھے شخص کو آگے بڑھ لینے دیں اور خود پیچھے چلیں اور بوڑھوں کے لیے رستہ چھوڑ دیں، اگر سواری پر

---

① الآداب الشرعية: 471/1

سوار ہیں تو بوڑھوں کو اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیں، اگر آپ کسی جگہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہاں پر جگہ کم ہے، آپ سے بڑی عمر کا شخص آ جائے، آپ اپنی جگہ چھوڑ دیں اور اپنے سے بڑے کے لیے وہ جگہ خالی کر دیں، اگر آپ ایسا کریں گے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی عزتیں وقار اور سرفرازیاں عطا فرمائیں گے۔

اور نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے ایک اسوہ، قدوہ اور نمونہ ہے اور بڑوں کا ادب واحترام اور خاص طور پر بوڑھے لوگوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک اور رویہ کیسا تھا، مسند احمد کی اس روایت سے بخوبی سمجھ آ جائے گی، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَآءَ أَبُو بَكْرٍ بِأَبِيهِ أَبِي قُحَافَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ يَحْمِلُهُ حَتَّى وَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ: «لَوْ أَقْرَرْتَ الشَّيْخَ فِي بَيْتِهِ، لَأَتَيْنَاهُ تَكْرِمَةً لِأَبِي بَكْرٍ». ①

”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی ابو قحافہ کو لے کر اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے فتح مکہ کے دن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو اٹھایا ہوا تھا لا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا تو ان کا احترام اور عزت کرتے ہوئے محمد عربی ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش آپ ان کو گھر میں ہی رہنے دیتے ہم خود چل کر ان کے پاس جاتے، کیونکہ ان کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ میں اللہ کا نبی بھی ان کے پاس جاؤں، (اس قدر اللہ کے نبی ﷺ بوڑھوں کا احترام کرتے تھے)“۔

لیکن افسوس کہ آج کے نوجوان بوڑھوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے، بلکہ اگر کوئی بوڑھا

---

① مسند احمد: 202/3، سلسلہ صحیحہ: 496

آدمی خیر خواہی کی بات بھی کرے تو غصہ کر جاتے ہیں اور آگے سے برے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کائنات ہمارے معاشرے میں بھی بوڑھوں اور عمر رسیدہ لوگوں کو عزت وعظمت اور شان وشوکت نصیب فرمائے، آمین۔

اور اس سے بھی بڑھ کر بڑوں اور بوڑھوں کا احترام تو ضروری ہے شریعت اسلامیہ نے تو ایسے جوانوں کو پسند کیا ہے جو اپنی جوانی کے حسین لمحات میں بوڑھوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

بڑے بڑے دانا اور عقل مند لوگوں کی طرز پر اپنی جوانی گزارتے ہیں، قدم قدم پر اللہ سے ڈرتے اور اپنے خالق ومالک کا ذکر کرنا اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں، ایسے جوانوں کو محمد رسول اللہ ﷺ نے بہترین جوان قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

«خیر شبابکم من تشبه بکهولکم»۔ ①

''تم میں سے بہترین جوان وہ ہیں جو ادھیڑ عمر لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں''۔

اسی مذکورہ حدیث کے ہم معنی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ ابْنَ الْعِشْرِيْنَ إِذَا كَانَ شَبِيْهَ ابْنِ الثَّمَانِيْنَ»۔ ②

''اللہ تعالیٰ بیس سال کے اس نوجوان سے محبت کرتے ہیں جب وہ اسی سال کے عمر رسیدہ بوڑھے کے مشابہ زندگی گزارتا ہے''۔

ذکر اذکار کرنا، مسجد سے زیادہ لگاؤ، فحش کلامی اور بدگوئی سے کنارہ کشی، لباس اور رہن

---

[1] مسند الفردوس دیلمی: 2/282 امام مناوی فرماتے ہیں اس کی سند میں ضعف ہے، لیکن تعدد طرق کی وجہ سے وہ ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

[2] مسند الفردوس: 1/197، امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سلسلہ ضعیفہ میں نقل کیا ہے: 2098

سہن میں سادگی، ہر طرح کی برائیوں، غرور وتکبر، زنا کاری وبدکاری جیسی موذی بیماریوں سے بچ کر زندگی گزارتا ہے اور بوڑھوں سے تعلقات بھی زیادہ رکھتا ہے اپنی تعلق داریاں بھی بڑے لوگوں سے زیادہ بناتا ہے اللہ ایسے نوجوان کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں بڑوں اور بوڑھوں کے احترام کے متعلق توجیہ الٰہی ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان عالی شان ہے:

«أَمَرَنِي جِبْرِيلُ أَنْ أُقَدِّمَ الْأَكَابِرَ» ۔ ①

"مجھے جبریل علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں بڑی عمر کے لوگوں کو مقدم اور آگے رکھا کروں"۔

اور اسی طرح امام ہیثمی رحمہ اللہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَاكُمْ كَبِيرُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ» ۔ ②

"جب تمھارے پاس قوم کا کوئی بڑا یعنی عمر رسیدہ شخص آئے تو اس کا احترام واکرام کرو"۔

اور حضرت امام صنعانی رحمہ اللہ اپنی مصنف میں روایت لائے ہیں طاؤس رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد گرامی سے بیان فرماتے ہیں:

من السنة ان یوقر اربعة العالم وذوالشیبة والسلطان والوالد۔ ③

---

① فتح الباری:357/1، مسند احمد:184/2

② مجمع الزوائد:7202:428/4

③ مصنف عبدالرزاق:137/11

”چار لوگوں کا احترام کرنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے: عالم، بوڑھا، حاکم وقت اور والد“۔

اور اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں تین باب قائم کیے ہیں:

پہلا باب: باب فضل الکبیر کہ بوڑھے آدمی کی عظمت اور فضل ومنقبت کیا ہے؟

دوسرا باب: باب اجلال الکبیر بوڑھے شخص کی عزت وتکریم کے متعلق باب باندھا ہے۔

تیسرا باب: باب یبدأ الأکبر بالکلام والسؤال کلام کرتے وقت اور سوال کرتے وقت بڑے سے ابتدا کی جائے گی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تین باب باندھ کر بوڑھوں کے احترام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جس کے متعلق ہم کئی روایات پیش کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہمیں بوڑھوں کی عزت وتکریم کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عمر رسیدہ مسلمان بوڑھے شخص کی دین اسلام میں ایک ممتاز حیثیت ہے:

ایک بوڑھے مسلمان کی ممتاز قدرومنزلت اور مقام ومرتبہ ہے جو رب تعالیٰ نے اسے خاص طور پر عنایت فرمایا ہے وہ اسی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بڑھاپے کا باعزت اور وقار والا لباس زیب تن کیا ہوا ہے، جیسا کہ کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»۔①

”کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ مسلمان جو اسلام

---

① سنن ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب من شاب شیبة فی سبیل اللہ: 4/172: 1635

میں ہی بوڑھا ہو گیا تو اس کا یہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لیے نور اور روشنی کا سامان ہوگا''۔

اور اسی چیز کو ہی مزید واضح کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ»۔ ①

''یقیناً مسلمان بوڑھے شخص کی عزت واحترام اللہ رب العزت کے جلال اور اللہ کی عزت وتوقیر سے ہے''۔

جس شخص نے بوڑھے سفید ریش مسلمان کا احترام اور اس کی عزت وتکریم کی گویا کہ اس نے اپنے خالق ومالک کی عزت وتعظیم کو ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ حدیث نبوی اس بات کی عکاسی کر رہی ہے کہ جو بوڑھوں کی عزت کا خیال نہیں رکھتا وہ رب کائنات کی جلالت اور شان وعظمت کا بھی خیال نہیں رکھتا۔

اور رب کائنات نے جو اپنے بوڑھے بندے کو وقار کا لباس پہنایا ہے یعنی جو اس کے سر اور داڑھی میں سفید بال آئے ہیں ان سفید بالوں کی وجہ سے اس کی عظمت وشان بلند ہوئی ہے اور اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع فرمایا ہے، حدیث نبوی ﷺ ہے:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ:
«هُوَ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ»۔ ②

''نبی کریم ﷺ نے بڑھاپے کے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ یہ بال مومن کا نور ہے''۔

اور اس کا زیور ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو خوبصورت اور مزین کیا ہوا ہے، یعنی

---

① الادب المفرد، ص:130، سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس: 4/411: 4845

② مسند احمد: 2/207: 6937

یہ بال قیامت کے دن جب گھٹا ٹوپ اندھیرے ظلمات اور تاریکیاں ہوں گی تو اس وقت یہ روشنی کے عظیم مینار ہوں گے جس میں چل کر یہ بندے اللہ کی جنتوں کے مہمان بنیں گے۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا شَابَ رَجُلٌ فِي الْإِسْلَامِ شَيْبَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةٌ وَكُتِبَتْ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ»۔ ①

”وہ آدمی جو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے بوڑھا ہو گیا اور اس کے بال سفید ہو گئے تو ہر بال کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا درجہ جنت میں بلند کرتے ہیں اور ہر بال کے بدلہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور ہر بال کے بدلہ اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے بوڑھوں کا کس قدر مقام بلند وبالا اور دوبالا کر دیا ہے اگر اس حدیث نبوی پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کے سر کے اور داڑھی کے سارے بال سفید ہو چکے ہیں اس کے جنت میں کس قدر درجات بلند ہیں، جب کہ ایک درجہ دوسرے درجہ سے اتنے فاصلے پر ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان بعد اور دوری ہے اور کتنے اس کے گناہ رب کائنات نے معاف کر دیے ہوں گے اور اس کے نامہ اعمال میں کس قدر زیادہ نیکیاں درج کی جا چکی ہوں گی۔

یہ اسلام میں بوڑھوں کا ہی مقام ومرتبہ ہے۔

اور موطا امام مالک میں کبار تابعی سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان ابراهيم عليه السلام اوّل الناس ضيف الضيف وأول الناس اختتن وأول الناس قص الشارب وأول الناس رأى الشيب فقال يا رب ما هذا قال الله تبارك وتعالى وقار يا

---

① مسند احمد: 6937:207/2

ابراهيم فقال يا رب زدني وقارا۔ ①

”سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مہمان نوازی کی اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ختنے کیے اور وہ پہلے انسان ہیں جنھوں نے مونچھیں کاٹیں اور لوگوں میں سے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بڑھاپے کے سفید بال دیکھے تو یہ بال دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور فرمانے لگے اے میرے رب! یہ کیا ہے؟ تو رب کائنات نے فرمایا: اے میرے ابراہیم! یہ وقار ہے، عزت وآبرو اور شان وعظمت ہے، تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! میرے وقار وعزت میں اور اضافہ اور زیادتی فرما“۔

اور سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ فَتَشَيَّبَ لِحْيَةُ عَبْدِيْ وَرَأْسُ اَمَتِيْ فِي الْاِسْلَامِ اُعَذِّبُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ»۔ ②

”بے شک مجھے اپنے بوڑھے بندے اور بوڑھی بندی سے حیا آتی ہے جس میرے بندے کی ڈاڑھی سفید ہو چکی ہو اور جس میری بندی کے سر کے بال سفید ہو چکے ہوں اسلام میں کہ میں انھیں عذاب دوں“۔

اس حدیث نبوی کی وضاحت کے لیے میں یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کے اس واقعہ کو لکھنا پسند کروں گا کہ رب تعالیٰ اپنے بوڑھے بندوں کا کتنا احترام کرتے ہیں اور کیسے ان کی لاج اور عزت رکھتے ہیں، حضرت امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم

---

① مؤطا امام مالك، أبواب السير، باب النوادر: 979:488/3

② مسند أبي يعلي: 2764:153/5

بہت بڑے محدث ہیں، ساری عمر حدیث نبوی کی خدمت میں ہی گزاری اور محدثین باعمل لوگ تھے صرف حدیثوں کو بیان کرنے والے ہی نہیں تھے بلکہ ان پر عمل بھی کرتے تھے اور یہ بھی ایسے محدثین اور نیک لوگوں میں سے تھے جب یہ فوت ہوئے تو وفات کے بعد ان کے ایک ہم عصر محدث احمد بن سھل ہیں ان کو خواب میں ملے، تو احمد بن سھل نے خواب میں پوچھا:

ما فعل بك وبك۔

یحییٰ سناؤ تمھارے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو یحییٰ رحمہ اللہ نے جواب دیا:

دعانی ربی فقال یا شیخ السوء لولا شیبتك لاحرقتك بالنار۔

اس نے کہا: مجھے فرشتوں نے اللہ کے سامنے پیش کیا، قبر میں جیسی بھی حاضری تھی کون تصور کرسکتا ہے اور بات بھی خواب کی ہے تو رب نے مجھے یہ کہہ کر بلایا اے بدعمل بوڑھے تو آ گیا ہے، تو فرماتے ہیں یہی کائنات کے امام کی حدیث میرے کام آ گئی میں نے کہا: اے اللہ جو تیری بات تیرے رسول ﷺ کی معرفت کے ساتھ مجھ تک پہنچی ہے اس کا تقاضا تو نہیں تھا کہ آپ مجھے بدعمل بوڑھا کہہ کر بلاتے، اس کا تقاضا تو کچھ اور تھا (اس جاننے والے علیم خبیر اللہ نے جو سب کچھ جانتا ہے وہ ہمیں بتانا چاہتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میری کون سی بات ہے جو میرے نبی کے ذریعے آپ تک پہنچی ہے اور تو اس کا حوالہ دے رہا ہے، کہتا ہے کہ اس نے خواب میں اپنے ساتھی کو بتایا:

فقلت یا رب۔

میں نے کہا: اے میرے رب! میں نے یہ حدیث سنی ہے اور جیسے محدثین کا طریقہ تھا اسی طرح ہی انھوں نے حدیث کو پوری سند سے بیان کی اور فرمایا:

حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن انس عن نبیك عن جبریل عنك۔

مجھے میرے استاذ حدیث امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے ان کو ان کے استاذ امام معمر نے بتایا، ان کو ان کے استاذ امام زہری نے بیان فرمایا، انھیں ان کے استاد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، تیرے نبی نے جبریل علیہ السلام سے سنا اور جبریل علیہ السلام نے تجھ سے سن کر آگے بتایا:

یا عظیم انك قلت۔

اے عظمت و بڑائی والے میرے اللہ آپ نے فرمایا ہے اور اس طریقے سے آپ کی حدیث مجھے پہنچی ہے:

ما شاب لی عبد فی الاسلام شیبة الا استحییت منه ان اعذبه بالنار۔

کہ جو کوئی بندہ حالت اسلام میں بوڑھا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس سے شرم کھاتا ہوں اسے جہنم کی آگ کی سزا دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، اے اللہ! یہ بات میں نے سنی اور اس سند سے سنی ہے۔

یحیٰی بن اکثم نے خواب میں ہی کہا کہ مجھے میرے رب نے جواب دیا کہ یہ بات درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریقے سے فرمایا:

صدق عبدالرزاق۔

آپ کے استاد عبدالرزاق نے سچ کہا ہے۔

صدق معمر۔

اور ان کے استاد حضرت امام معمر رحمہ اللہ نے درست کہا ہے۔

صدق زهری۔

اور ان کے استاذ امام زہری رحمہ اللہ نے بھی سچ کہا ہے۔

صدق انس۔

میرے محبوب کے خادم انس رضی اللہ عنہ نے بھی درست کہا ہے۔

وصدق النبی ﷺ۔

اور میرے پیارے پیغمبر جناب محمد ﷺ نے بھی سچ فرمایا ہے۔

وصدق جبریل۔

اور جبریل امین علیہ السلام نے بھی درست ہی کہا ہے۔

وصدقت انا۔

اور بات میری تھی میں نے بھی کہا بات کہی اور میں بھی سچا ہوں۔

انا قلت ذٰلك انطلقوا به الی الجنة۔ ①

”میں نے سچ کہا ہے اے میرے فرشتو! اس کو جنت میں داخل کر دو، میں نے اس کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کر دیا ہے“۔

بوڑھے بندوں کا اللہ تعالیٰ اس قدر احترام کرتا ہے اور پھر بوڑھے بندوں کو بھی خیال آنا چاہیے کہ وہ اس بڑھاپے میں اللہ کی نافرمانیوں اور بغاوتوں سے بچ کر، گناہوں سے دامن بچا کر اپنے اللہ کی ذاتِ گرامی کا احترام کرتے ہوئے ہر کمی اور کوتاہی سے بچنے کی بھرپور سعی اور کوشش کریں۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بوڑھے بندوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں تو پھر ہمیں بھی اپنے معاشرے کے تمام بوڑھوں کی عزت اور توقیر کو اپنے گلے کا ہار بنا کر اپنی پیشانی کا جھومر بنا کر اپنے اللہ کی سنت کو اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے فرمان کو زندہ رکھنا چاہیے اور اپنے بوڑھوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

اسلام اور عقیدہ توحید کی آغوش میں بوڑھے ہو جانے والوں کا رب ذوالجلال والاکرام کی ذات گرامی بھی اتنا احترام کرتے ہیں اور ان کی عزت وتوقیر کا خیال رکھتے ہیں

---

①

تو مخلوق خدا تعالیٰ کے لیے تو از حد ضروری ہو گیا کہ وہ ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھیں۔

جب کہ اسلام اور عقیدہ توحید سے ہٹ کر اگر کوئی بوڑھا ہوا تو یہ اکرام وعزت اس کا نصیب اور مقدر نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے محبوب کو فوت نہیں کیا جب تک آپ کی ڈاڑھی میں سفید بال نہیں آئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لَقَدْ قَبَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَسُوْلَهٗ وَمَا فضحهٗ بِالشَّيْبِ مَا كَانَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ يَوْمَ مَاتَ ثَلَاثُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ وَقِيْلَ لَهٗ أَفَضِيْحَةٌ هُوَ؟ قَالَ أَمَّا أَنْتُمْ فَتَعُدُّوْنَهٗ فَضِيْحَةٌ وَأَمَّا نَحْنُ فَكُنَّا نَعُدُّهٗ زَيْنًا۔ ①

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول جناب محمد ﷺ کو فوت کر دیا اور انھیں بڑھاپے کے ساتھ فضیح نہیں کیا، جس دن آپ ﷺ فوت ہوئے اس دن آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں تیس سفید بال نہ تھے، ان سے کہا گیا کہ بڑھاپا فضاحت ہے؟ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اسے فضاحت شمار کرتے ہو اور ہم لوگ تو بڑھاپے کی سفیدی کو زینت شمار کرتے ہیں“۔

بوڑھوں کی ضروریات کا خیال رکھنا حکومت وقت پر واجب ہوتا ہے:

عمر رسیدہ اور بوڑھے لوگ رعایا کے ضمن میں آتے ہیں جہاں پر حاکم وقت سے رعایا کی مسئولیت ہوتی ہے کہ اس نے رعایا کا کتنا خیال رکھا ہے وہاں پر بوڑھوں کی حاجات وضروریات کا تو بالاولیٰ سوال ہو گا کہ تیری رعایا میں میرے کچھ بوڑھے بندے بھی تھے تو نے ان کی ضروریات کو کتنا مقدم رکھا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی مکرم رسول معظم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

① مسند احمد: 3/145: 12496

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ» ۔①

”تم میں سے ہر شخص نگہبان اور محافظ ہے اور اس کی رعیت کے بارہ میں اس سے سوال ہوگا، حاکم وقت بھی ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا“۔

یہ مسئولیت حاکم وقت اور مسلمانوں کے امام کو رعایا اور ان میں سے بوڑھوں کی طرف سے لازم آتی ہے اور پھر یہ مسئولیت ہر پہلو اور ہر جانب کو محیط اور شامل ہے، وہ مالی اور اقتصادی حوالہ سے بھی ہو سکتی ہے، اجتماعی حوالہ سے بھی، طبی اور نفسانی حوالہ سے بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ» ۔②

”جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا اور قوم کا ذمہ دار اور نگران بنایا، پھر اس نے ان کی نصیحت و خیر خواہی کے ذریعے حفاظت نہ کی تو ایسا حکمران جنت تو دور کی بات جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا“۔

(اس کے متعلق تفصیل جاننے کے لیے ہماری کتاب خوشبوئے جنت سے محروم لوگ کا مطالعہ کیجیے)۔

اور صحیح مسلم میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَلَا يَنْصَحُ إِلَّا لَمْ

---

① صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب العبد راع فی مال سیدہ: 2/848: 2278

② صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ: 6/2614: 6731

يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ»۔ ①

"وہ امیر جسے مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور اس نے محنت نہ کی، ان کی خیر خواہی نہ کی تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا"۔

اس لیے حاکم وقت کی ذمہ داری میں آتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے کمزور، پریشان حال اور بوڑھے لوگوں کا خیال رکھے اور ان کی حاجات وضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھرپور محنت کرے۔

معاشرے کے جتنے بھی ایسے پریشان حال لوگ ہیں ان کی دادرسی اور پریشانیوں کا مداوا بننا یہ وقت کے حکمران اور امام کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

لیکن آج مسلمان حکمرانوں کو صرف اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے جب کہ ان کی رعایا پریشان، ملک کے اندر بوڑھوں کی زندگی کسمپرسی کی زندگی ہے، بھیک مانگ رہے ہیں، فٹ پاتھوں پر ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں، سردی وگرمی کے آہنی ہتھکنڈوں سے بچاؤ کے لیے ان کے پاس کچھ ہے یا نہیں حکومت اس سے بالکل بے خبر ہے، وہ بھوکے مر رہے ہیں، وہ بیماریوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، حکومت کو ایسے لوگوں کا کوئی خیال نہیں، جب کہ نبی محترم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اور قدوہ کیا ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَعَلَيَّ وَإِلَيَّ وَأَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ»۔ ②

"جو مال چھوڑے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جو قرضہ یا عیال چھوڑے تو ان کا ذمہ مجھ پر ہے۔ اور وہ عیال میرے سپرد ہیں اور میں اہل ایمان کے

---

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الناس: 383:88/1

② ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب من ترك دنیا: 2416:807/2

بہت قریب ہوں‘‘۔

یہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بوڑھوں کا خیال کرنا اور ان کے حقوق کو ملحوظ خاطر رکھنا ہر لحاظ سے اور جمیع ناحیوں سے اسلام نے انھیں مقدم رکھا ہے۔

اس لیے معاشرتی اجتماعی اور حکومتی سطح پر ہر لحاظ سے بوڑھے، نحیف اور کمزور لوگوں کی نگہداشت اور نگہبانی ہونی چاہیے تاکہ وہ بھی اپنی زندگی بہتر سے بہتر گزار سکیں۔

…………*

تیسرا باب:

والدین کا خیال رکھنا بھی بوڑھوں کی خدمت کا ہی ایک پہلو ہے

رب ذوالجلال والاکرام کی ذات گرامی نے والدین کے ساتھ خیر اور بھلائی کا حکم صادر فرمایا ہے اور ان دونوں کے ساتھ نیکی کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور والدین کے ساتھ احسان کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳﴾۔ ①

”اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا“۔

اسی طرح جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ تاکید کی ہے کہ میری شکر گزاری کرنی ہے وہاں پر والدین کا شکریہ ادا کرنے کا مطالبہ بھی ساتھ کر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ

---

① سورۃ بنی اسرائیل:23

عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۚ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ ①

''اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اپنا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنا بھی ملایا ہے، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں کا اولاد پر سب سے بڑا حق ہے اور ان کے حقوق کی پاسداری کا بڑی ہی سختی کے ساتھ مطالبہ کیا گیا ہے اور اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی ﷺ کے سامنے کبیرہ گناہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ»۔ ②

''سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اس کے بعد کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور اس کے بعد والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے''۔

اس لیے والدین کی نافرمانی شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، جس نے والدین کی قدر اور ان کی خدمت نہ کی گویا اس نے اپنے خالق و مالک رب ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ گرامی کی بھی قدر نہیں کی اور والدین کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کو قطعاً اور کسی حال میں گوارا نہیں اور تھوڑی سی بھی برداشت نہیں ہے جیسا کہ قرآنِ کریم کی آیت سے یہ بات

---

① سورۃ لقمان:14

② صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب ما قیل فی شہادۃ الزور: 2/993، 2510

روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے لیے ''اُف'' کا کلمہ استعمال کرنے سے بھی منع کر دیا ہے، یہ نافرمانی کا ادنیٰ ترین کلمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی سے منع کر دیا ہے۔

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام دیلمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لو علم اللہ شیئاً من العقوق ادنی من أف لحرمه۔ ①

''اگر اللہ تعالیٰ جان لیتے کہ کلمہ اف سے بھی ادنیٰ درجہ کا کوئی کلمہ والدین کی نافرمانی میں ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی حرام قرار دے دیتے''۔

نماز کے بعد اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ عمل کون سا ہے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے نماز کے بعد دوسرا درجہ والدین سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو قرار دیا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا:

اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ عَلٰی اَوَّلِ وَقْتِهَا» قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: «بِرُّ الْوَالِدَیْنِ» قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: «الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ»۔ ②

''کون سا عمل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اول وقت میں ادا کرنا، پھر میں نے پوچھا: اس کے بعد تو آپ ﷺ نے

---

① مسند الفردوس: 340/1

② صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها: 504:197/1

فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسند ہے"۔

والدین اولاد کے لیے جنت کی چابی ہیں:

والدین اپنی تمام اولاد کے لیے جنت کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ جنت کی چابی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک اولاد کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور خاص طور پر اس آدمی کے لیے جس نے والدین کو بڑھاپے اور عالم پیری کے ایام میں پا لیا اور ان کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، جیسا کہ حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

«رَغِمَ اَنْفُهٗ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ» قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ»۔ ①

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو گئی، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو گئی، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو گئی، کہا گیا اے اللہ کے رسول! کس کی ناک خاک آلود ہو گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کو اپنے پاس بڑھاپے اور عالم پیری کے ایام میں پا لیا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو اور ان کی خدمت، اطاعت و فرماں برداری کر کے ان کی نوکری چاکری کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا، اس کی ناک خاک میں مل گئی"۔

نبی کائنات ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ کسی بھی شخص کی ہلاکت، تباہی و بربادی اور دنیا اور آخرت کی خرابی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کا

---

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رغم انف من ادرك أبويه: 8/5، 6675

نافرمان ہے۔

آیئے میرے ساتھیو! اگر تباہی اور ہلاکت سے بچنا چاہتے ہیں، اپنی دنیا اور آخرت بہتر بنانا چاہتے ہیں، اپنی زندگی سکون، آرام اور چین کی گزارنا چاہتے ہیں، زندگی کی بہاریں لوٹنا چاہتے ہیں تو پھر اپنے والدین کے خادم بن جایئے، ان کی ہر ضرورت، ہر حاجت کا خیال رکھیے، آپ اگر ان کا خیال رکھیں گے تو رب کریم عرش معلیٰ پر آپ کا خیال رکھیں گے اور جس کا خیال اللہ رکھے کائنات کی کوئی طاقت اسے پریشان و پشیمان نہیں کر سکتی، ان شاء اللہ۔

والدین کی خدمت جہاد سے بھی مقدم ہے:

عزیز قارئین جہاد کی اسلام میں بہت بڑی اہمیت ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاد کو اسلام کی چوٹی اور کوہان قرار دیا ہے، کسی بھی چیز کی اگر کوہان اور چوٹی کو کاٹ دیا جائے تو اس کی کیا کیفیت اور صورتِ حال بنتی ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہاد کی دین اسلام میں کتنی اہمیت ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا:

يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: «أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ»۔ ①

”جہاد میں شریک ہونے کے لیے آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا آپ کے والدین زندہ ہیں تو اس نے عرض کی جی یا رسول اللہ! زندہ ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان کی جا کر خدمت کر ان کی پیرانہ سالی میں دیکھ بھال کر، ان کے دکھ درد میں شریک ہو آپ کا یہی جہاد ہے“۔

میرا سوال ہے ان لوگوں سے جو لوگ دنیاوی اغراض ومقاصد کے پیش نظر اپنے والدین سے پہلو تہی اختیار کر جاتے ہیں، دنیا کے کام کاج کی خاطر اپنے والدین کی پرواہ

---

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین: 6668:3/8

نہیں کرتے، ان کے بہتے آنسو صاف نہیں کرتے، ان کے دکھوں کا آسرا اور سہارا نہیں بنتے، وہ قیامت کے دن رب کے دربار میں کیا جواز پیش کریں گے، جب کہ معاملے کی نزاکت یہ کہ اللہ کے پیغمبر نے جہاد سے روک کر آدمی کو والدین کی خدمت کی تلقین اور نصیحت فرمائی ہے، اس لیے میرے عزیز قارئین اپنے اللہ سے یہ وعدہ کریں کہ پوری زندگی والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کر کے ان کی دعاؤں کا مستحق ٹھہریں گے، آپ یہ عمل کر لیں اللہ آپ کو جہاد کا اجر اور ثواب عطا فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے:

دنیا میں ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان داری عطا فرمائی ہے وہ چاہتا ہے کہ میرا رب مجھ پر راضی ہو جائے، سخی سخاوت کرتا ہے، نمازی نماز ادا کرتا ہے، حاجی حج کرتا ہے، تہجد گزار رات کے سناٹے میں اٹھ کر مصلے کی پشت پر کھڑا ہوتا ہے، مجاہد میدان کارزار میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کے خلاف سینہ سپر ہوتا ہے، غرض یہ کہ ہر نیکی اور اچھائی کا کام کرنے والا مومن وایمان دار شخص اس کے دل کی تڑپ اور تمنا یہ ہے کہ مجھ پر میرا خالق ومالک رب ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ گرامی راضی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں رکھ دی ہے جس شخص کے متعلق آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس پر عرش معلیٰ پر رب تعالیٰ کی ذات راضی ہے تو دیکھو اگر زمین پر اس کے والدین راضی ہیں تو آسمان پر اللہ کی ذات گرامی اس پر راضی ہے۔

اور نبی کل کائنات جناب محمد کریم ﷺ نے فرمایا:

«رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ»۔ ①

”رب تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضا مندی اور خوشنودی میں ہے اور رب کائنات کی ناراضی اور غیض وغضب والد کی ناراضی اور غیض وغضب

---

① سنن ترمذی: 3/207: 1963

میں ہے''۔

اس لیے عزیز قارئین آئیے عزم مصمم کیجیے کہ ساری زندگی اپنے والدین کو ناراض اور نالاں نہیں کریں گے اور میں اپنے مالک کی عزت وعظمت کے صدقے سے یہ بات کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو گیا اور اس کے والد نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ دیے کہ اے عرشِ الٰہی کے رب میں زمین پر اپنے اس بیٹے پر راضی ہوں تو عرش پر اس کے گناہوں کو معاف کر دے، اللہ کی رحمت سے مالک کائنات اس فوت ہونے والے کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے ضرور اپنی رضا مندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیں گے، ان شاء اللہ۔

تو بھی اور تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے:

والدین ایسی عظیم ہستیاں ہیں اور اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظمت اور بزرگی سے نوازا ہوا ہے کہ اولاد کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے ان کا حق رکھ دیا ہے، انسان جو کچھ بھی کرتا ہے، مثلاً نیکی کے تمام کاموں میں اللہ نے والدین کا حصہ مقرر کیا ہوا ہے، بچہ کوئی بھی اچھا خیر و بھلائی اور نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ ساتھ والدین کو بھی اجر عطا فرماتے ہیں اور بندہ جو کچھ کماتا ہے، دنیاوی حوالہ سے روپیہ پیسہ، مال و دولت ان میں بھی والدین کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہوا ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِیْ مَالًا وَوَلَدًا وَاِنَّ اَبِیْ يُرِيْدُ اَنْ يَّجْتَاحَ مَالِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ»۔ ①

''ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس مال ہے اور میری اولاد ہے اور میرا باپ میرے

---

① سنن أبي داود، كتاب الاجارة، باب في الرجل يأكل من مال ولده: 3/312: 3532

مال کو ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو نبی رحمت جناب محمد ﷺ نے فرمایا: تو بھی اور تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے"۔

وہ جیسے چاہے جب چاہے جہاں چاہے صرف کر سکتا ہے یہ حق اسے اللہ رب العزت کی ذات گرامی نے عطا کیا ہوا ہے، دنیا کا کوئی قانون اور ضابطہ اسے روک نہیں سکتا اور حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا: إِنَّ يَدَ الْوَالِدِ مَبْسُوطَةٌ فِي مَالِ وَلَدِهٖ يَأْخُذُ مَا شَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَأْخُذُ مِنْ مَالِهٖ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ۔ ①

"اصحاب نبوی میں سے بعض اہل علم کا عمل بھی یہی ہے اور دیگر اہل علم کا بھی یہی موقف ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ والد کو اجازت ہے اپنی اولاد کے مال سے جیسے چاہے صرف کر سکتا ہے اور بعض لوگوں کا موقف ہے کہ والدین کو جب حاجت و ضرورت لاحق ہو تو وہ اپنے بچے کے مال سے پوری کر سکتے ہیں"۔

والدین سے حسن سلوک رزق اور عمر میں اضافہ کا باعث ہے:

دنیائے کائنات میں ہر شخص دن رات صبح و شام محنت کرتا ہے، کوشش بروئے کار لاتا ہے کہ میرا کاروبار اچھا ہو، ذرائع آمدنی خوبصورت ہوں، مال و زر کی ریل پیل اور بہتات ہو اور ساتھ ساتھ اس مال اور روپے پیسے کو صرف کرنے کے لیے زندگی صحت والی اور لمبی ہو، دنیا میں ہر انسان کی بڑی یہی دو خواہشیں ہیں۔

آیئے محمد کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کریں، اس حدیث نبوی پر اپنے آپ کو کاربند کریں، ضمانت ہے، گارنٹی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى والی زبان نبوت سے کہ اللہ

---

① سنن ترمذی، کتاب الاحکام، باب أن الولد یأخذ من مال والدہ: 1358:639/3

تمھیں مال وزر بھی دے گا اور صحت والی تندرستی والی لمبی زندگی بھی عطا فرمائے گا۔

جیسا کہ مسند احمد کی روایت ہے، سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمُرِهِ وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ». ①

”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کو محبوب جانتا ہے کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے، لمبی کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ اور بڑھوتری کر دی جائے اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آئے اور صلہ رحمی کرے“۔

والدین کا حق ادا نہیں ہو سکتا:

والدین کے اولاد پر اتنے بڑے احسانات ہیں اور اس قدر زیادہ حقوق ہیں کہ انسان جتنی مرضی ان کی خدمت اور ان کے حکموں کی بجا آوری کر لے، ان کا ہر طرح کا خیال رکھے، عالم پیری میں دکھوں کا مداوا کرے، ان کی ہر حاجت وضرورت کو پورا کرے، غرضیکہ جتنی بھی محنت کر سکتا ہے کر لے لیکن والدین کا حق ادا نہیں کر پاتا، جس طرح کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِي الطَّوَافِ حَامِلًا أُمَّهُ يَطُوفُ بِهَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ هَلْ أَدَّيْتُ حَقَّهَا؟ قَالَ: «وَلَا بزفرة وَاحِدَةٍ» وعند البخاری فی الادب المفرد ان الذی أجاب السائل هو عبدالله ابن عمر رضي الله عنهما وليس الرسول ﷺ۔ ②

---

① مسند احمد: 3/229: 13425 (صحیح)

② مسند البزار: 2/138

”ایک آدمی مطاف میں اپنی والدہ کو اٹھائے ہوئے طواف کروا رہا تھا اور پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول! کیا میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس ایک گھڑی کا ابھی حق ادا نہیں کیا جس گھڑی میں آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا تھا۔

اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ادب مفرد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس سائل کو جواب نبی اکرم ﷺ نے نہیں دیا تھا بلکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو جواب دیا تھا“۔

والدین کافر بھی ہوں تب بھی حسن سلوک ہی کرنا ہے:

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یہ صرف اس وقت ہی نہیں کہ جب یہ دونوں مسلمان ہوں، بلکہ والدین اگر کافر بھی ہوں تب بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت اور تلقین فرمائی ہے، اس پر ہی بس نہیں بلکہ اگر والدین شرک پر ابھارتے ہیں تو تب بھی ان کی اس بات کو مانے بغیر ان کے ساتھ نیکی ہی کرنے کا حکم ہے، بلکہ ان کے ساتھ سلوک اچھا رکھنا اور ان کی خدمت کرنا واجب ہے، جیسا کہ حضرت امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کے بارے میں قرآن کی آیات بینات نازل ہوئیں:

حَلَفَتْ أُمُّ سَعْدٍ أَنْ لَّا تُكَلِّمَهُ أَبَدًا حَتّٰى يَكْفُرَ بِدِينِهِ، وَلَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ، قَالَتْ: زَعَمْتَ أَنَّ اللّٰهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ، وَأَنَا أُمُّكَ، وَأَنَا آمُرُكَ بِهٰذَا. قَالَ: مَكَثَتْ ثَلَاثًا حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْجَهْدِ، فَقَامَ ابْنٌ لَهَا يُقَالُ لَهُ عُمَارَةُ، فَسَقَاهَا، فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلٰى سَعْدٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي

الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾۔ ①

”سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے قسم اٹھائی کہ وہ ان سے کوئی بات چیت اور کلام نہیں کریں گی جب تک وہ محمد ﷺ کے دین انحراف اور پہلو تہی اختیار نہیں کریں گے اور اس سے بھی بڑھ کر نہ کھانا کھائیں گی اور نہ ہی پانی پئیں گی اور ان کی سوچ فکر یہ تھی کہ اے سعد اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور میں آپ کی ماں ہوں تجھے حکم دیتی ہوں میری فرماں برداری کرو اور دین محمد ﷺ کا انکار کرو اور اس نے تین دن تک کچھ کھایا نہ پیا اور بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر اس کو بار بار غشی طاری ہو رہی تھی، پھر اس کا ایک بیٹا جسے عمارہ کہا جاتا تھا اس نے اسے پانی پلایا اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف برے الفاظ کہنا شروع ہو گئیں تو رب کائنات نے عرش معلیٰ سے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ”اور اگر وہ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہا نہ ماننا۔ ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا“۔

اور اسی طرح سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، ان کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزی وہ کافرہ تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ملنے کے لیے مدینہ آئیں:

فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَائِلَةً لَهُ اِنَّ اُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ وفي رواية وَهِيَ رَاغِمَةٌ اَفَاَصِلُ اُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِي اُمَّكِ وَنَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ﴾۔ ②

---

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد: 6391:125/7

② صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین: 2371:81/3

''تو اسماء رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس فتویٰ لینے کے لیے آئیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! میری والدہ آئی ہے اور وہ دین اسلام سے سخت نفرت کرتی ہے، کافرہ ہے، کیا میں اسے ملوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسماء اپنی والدہ سے مل، صلہ رحمی کر، کیونکہ وہ آپ کی والدہ ہے، آپ کو جنم دینے والی ہے۔

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا:

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

عزیز قارئین! والدین کا کفر پر ہونا بھی اولاد کو والدین کی خدمت اور حسن سلوک سے نہیں روکتا اور اس سے بھی بڑھ کر منافقت اور نفاق دین اسلام میں اس کی بڑی مذمت ہے، کیونکہ نفاق کفر سے بھی زیادہ خطرناک چیز ہے، والدین اگر منافق بھی ہیں پھر بھی شریعت اسلامیہ نے ان سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلٰی عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلُولٍ وَهُوَ فِي ظِلٍّ فَقَالَ: قَدْ غَبَّرَ عَلَيْنَا ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ. فَقَالَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: وَالَّذِي أَكْرَمَكَ وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَئِنْ شِئْتَ لَآتِيَنَّكَ بِرَأْسِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، وَلٰكِنْ بِرَّ أَبَاكَ وَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُ»۔ ①

''نبی اکرم ﷺ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ سائے تلے بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کے والد نے

---

① معجم الاوسط: 232/1

ہمارے بارے میں بڑے نازیبا اور غلط الفاظ استعمال کیے ہیں، تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو عزت وعظمت کی اعلیٰ منازل پر فائز کیا ہے اور آپ پر ہدایت بن کر آنے والی کتاب نازل فرمائی ہے اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر اس کی گردن سے جدا کر کے آپ کے قدموں میں لے آؤں تو اس وقت رؤف ورحیم پیغمبر جناب محمد کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، عبداللہ ایسے نہیں، بلکہ تو اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کر، میں محمد ﷺ تجھے اس کی خدمت کا ہی حکم دوں گا"۔

دین اسلام نے والدین کی خدمت کا اس حد تک درس دیا ہے۔

اور والدین اگر کافر ہیں تو ان کی وفات کے بعد بھی ان سے نیکی اور اچھا برتاؤ کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ!

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اذْهَبْ فَوَارِهِ»۔

وفی الحدیث وأن علیا عاد الی رسول اللہ ﷺ بعد ما واراہ فدعا لہ رسول اللہ ﷺ۔ ①

"ابوطالب فوت ہو گئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دفن کر آؤ اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابو طالب کو دفن کرنے کے بعد واپس پلٹے تو نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی"۔

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان گرامی سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے قریبی مشرک کو دفن کرنا جائز ہے، یہ اس کے شرک کی وجہ سے بغض

---

① سلسلة الاحاديث الصحيحة: 302/1

رکھنے کے منافی نہیں ہے، اور بیٹا اپنے مشرک والد یا مشرکہ والدہ کو دفن کر سکتا ہے اور یہ دنیا میں اس کی اپنے والدین کے ساتھ آخری نیکی اور اچھا سلوک ہو گا۔

والدین سے حسن سلوک پہلی امتوں میں بھی فرض تھا:

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنا یہ امت اسلامیہ کے ساتھ ہی مختص نہیں، بلکہ یہ امم سابقہ میں بھی فرض تھا اور یہ صرف اور صرف والدین کی عظمت، شرف اور مقام ومرتبہ کی وجہ سے ہے کہ اس کی اہمیت اور وجوب پہلی امتوں پر بھی تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾﴾۔ ①

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو چند شخصوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے“۔

صالحین امت کیسے والدین کی عزت وتوقیر کرتے تھے:

والدین کی عزت وتوقیر کے حوالے سے ہمارے سلف صالحین اور پہلے لوگوں نے بڑی بڑی بے مثال روایات ثبت کیں اور ایسے ایسے حیران کن واقعات ہیں کہ سن کر بندہ ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے اور ان واقعات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

① سورۃ البقرۃ:83

محمد بن منکدر رحمہ اللہ اور والدہ کی خدمت:

محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بات عمر أخي يصلي وبت اغمز رجل أمي وما أحب ان ليلتي بليلته۔ ①

”میرے بھائی عمر رحمہ اللہ نے رات قیام کر کے گزاری نماز ادا کی اپنے خالق ومالک کے حضور سر بسجود ہوا اور میں ساری رات اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہا، اپنی ماں کی ٹانگیں دباتا رہا اور میں اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ میری رات اس کی رات جیسی ہو“۔

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن منکدر رحمہ اللہ اپنی والدہ کے قدموں کو دبانا اسے قیام اللیل پر بھی بلند وبالا اور اجر وثواب کا کام تصور کرتے ہیں اور یہ ان کی بڑی اچھی فقاہت ہے۔

مجھے ترکہ نہیں چاہیے:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اپنی مصنف میں لکھتے ہیں:

كان رجل له اربع بنون فمرض فقال أحدهم إما أن تمرضوه وليس لكم من ميراثه شيء وإما أن أمرضه وليس لى من ميراثه شيء قالوا بل مرضه وليس لك من ميراثه شيء قال فمرضه حتى مات ولم يأخذ من ماله شيئا۔ ②

”ایک شخص کے چار بیٹے تھے، وہ بیمار ہوگیا تو اس کے بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائیوں سے کہا اگر تم والد گرامی کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو کرو، لیکن تمھیں ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا، یا پھر میں خدمت اور تیمارداری کرتا

---

[1] در المنثور:268/5

[2] المصنف لعبدالرزاق:398/24

ہوں تو تم مجھے وراثت سے کچھ بھی نہ دینا تو انھوں نے کہا کہ تو والد کی بیماری میں خدمت کر اور ان کی وراثت سے تیرے لیے کچھ بھی نہیں ہے، تو اس نے اپنے والد کی بھرپور خدمت کی حتی کہ وہ فوت ہو گیا، تو اس بیٹے نے والد کے ترکہ سے کچھ بھی مال وصول نہ کیا''۔

اس قدر وہ لوگ والدین کی خدمت کو قیمتی اور ثمین سمجھتے تھے کہ ہمیں دنیا کا مال نہیں چاہیے، ہمیں والدین کی خدمت کا موقع مل جائے، کیونکہ اس کا بدلہ قیامت کے دن جو رب کائنات نے عطا کرنا ہے وہ کائنات کی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں کھٹکا بھی نہیں ہے۔

ماں سے حسن سلوک کی وجہ سے اللہ نے سارے گناہ معاف کر دیے:

والدین کے ساتھ نیکی کرنا اچھا برتاؤ رکھنا اتنا جلیل القدر اور عظیم الشان عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ایک عمل کی وجہ سے انسان کی زندگی کے سارے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے ایک عورت کی زندگی کے تمام گناہوں سے درگزر کر دیا ہے، مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے:

> كانت لها أم عجوز كبيرة فجاءهم النذير أن العدو يريدون أن يغيروا عليكم الليلة فارتحلوا لتحقوا بعظيم قومهم ولم يكن معها ما تحتمل عليه فعمدت إلي أمها فجعلت تحملها على ظهرها فإذا أعيت وضعتها ثم ألزقت بطنها ببطن أمها وجعلت رجليها تحت رجلي أمها من الرمضاء حتى نجت فغفر الله لها۔[1]

---

[1] المصنف لعبد الرزاق: 257/23

''اس عورت کی والدہ انتہائی کمزور ضعیف اور بوڑھی تھی تو ان کے پاس اطلاع دینے والا آیا کہ آج کی رات تمھارے اوپر ایک بڑ بدترین دشمن حملہ آور ہونے والا ہے، اس لیے اس سے بچاؤ کی جو بھی تدابیر کر سکتے ہو کر لو تا کہ تم دشمن کے آہنی ہتھکنڈوں سے محفوظ رہ سکو، تو وہاں کے رہائش پذیر لوگ وہاں سے کوچ کرنے لگے تا کہ وہ اپنی قوم کے کسی بڑے آدمی کے پاس جا کر پناہ حاصل کر سکیں تو اس عورت نے بھی نکلنا چاہا، مگر اس کے پاس ایسی کوئی سواری وغیرہ نہ تھی جس پر اپنی بوڑھی والدہ کو سوار کر سکے تو اس عورت نے بڑی ہمت اور دلیری کے ساتھ اپنی والدہ کو اپنی کمر پر اٹھایا اور دشمن سے بچاؤ کرنے کے لیے نکل پڑی اور اپنی والدہ کو اٹھا کر سفر کر رہی تھی جب تھک جاتی اعصاب جواب دے جاتے تو پھر اپنی ماں کو زمین پر رکھ دیتی، پھر کچھ دیر کے بعد اٹھاتی اور اپنی والدہ محترمہ کو اپنے پیٹ کے ساتھ لگا لیتی اور پھر کچھ چل کر زمین پر رکھ دیتی اور اپنی جنم دینے والی بوڑھی ماں کو گرمی کی شدت وحدت سے بچانے کے لیے اور زمین کی تپش سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے پاؤں اپنی ماں کے پاؤں کے نیچے رکھ دیتی تا کہ میری ماں کے پاؤں نہ جل جائیں، میری والدہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے حتی کہ سفر کرتی کرتی اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگئی، والدہ کو بھی اور اپنی ذات کو بھی دشمن سے محفوظ کر لیا تو آسمان پر رب کائنات کی ذاتِ گرامی کو اس عورت کا یہ عظیم الشان عمل اتنا بھلا اور خوبصورت لگا کہ رب ذوالجلال والاکرام کی ذات گرامی نے اس عورت کی زندگی کے سارے گناہوں کو معاف کر دیا''۔

اس لیے عزیز قارئین والدین کی خدمت وعزت کرنے والا شخص دنیا کی اور آخرت کی زندگی میں بھی ان شاء اللہ کبھی ناکام نہیں ہوگا، کیونکہ جو اپنے والدین کی قدردانی کرتا

ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی اس شخص کی قدر دانی کرتے ہیں، آیئے ہم بھی ایسے ہی والدین کے خادم بن جائیں تاکہ ہمارا خالق و مالک ہمارے اوپر راضی ہو کر ہماری زندگی کی لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما دے۔

بہر حال والدین کی عزت اور ان کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کی جتنی روایات اور جتنے بھی آثار گزر چکے ہیں ان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ والدین کی رعایت وقدر کرنا یہ بھی معاشرے میں بوڑھوں کی عزت واحترام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے، کیونکہ اغلب طور پر والدین بوڑھے ہی ہوتے ہیں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک بھی بوڑھوں کی عزت وتوقیر کا سب سے افضل ترین عمل ہے اور بعض نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ حکومتی اور خیراتی ادارے جو بوڑھوں کی مدد کے لیے قائم کیے گئے ہیں وہاں پر بوڑھوں اور خصوصاً والدین کو بھیج دینا یہ والدین کی زیادہ اچھی خدمت ہے اور زیادہ بہتر معاملہ ہے، جب کہ بچوں کے لیے ایسا کرنا یہ بہت بڑی سعادت اور نیکی کو گھر سے دھکیلنے کے مترادف ہے اور اولاد کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والدین کو گھر سے نکال دیں یا اولڈ ہاؤس میں بھیج دیں، کیونکہ اولڈ ہاؤس تو ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کا کوئی آسرا اور سہارا بننے والا بیٹا وغیرہ نہ ہو یہ جتنے بھی ادارے ہیں یہ ان کی وہ دیکھ بھال نہیں کر سکتے جو دیکھ بھال اور خیال ان کی اولاد کر سکتی ہے اور وہ نگرانی عام نگرانی ہوتی ہے اور اولاد کی طرف سے نگرانی خاص نگرانی ہوتی ہے۔

جب بندہ اپنے والدین کا خیال رکھتا ہے تو عرش معلیٰ پر اللہ اس بندے کا بہت خیال رکھتے ہیں، آج اگر ہم تھوڑا سا غور کریں اور سوچیں کہ معاشروں، خاندانوں اور گھروں سے سکون اٹھ چکا ہے، اطمینان نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی، نفسا نفسی کا عالم ہے، ہر شخص کو اپنی پڑی ہوئی ہے، ہر گھر میں پریشانیوں، دکھوں اور مصیبتوں کا دور دورہ ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی پریشانی پڑی ہی رہتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ زندگی میں کہیں سکون نام کی

کوئی چیز دیکھی ہی نہیں، معاشرے کا مورال دن بدن گرتا جا رہا ہے، حالات کٹھن سے کٹھن تر ہوتے جا رہے ہیں، اولادیں نافرمان اور باغی ہوتی جا رہی ہیں، ان ساری لاچاریوں اور پریشانیوں کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے بوڑھوں کی قدردانی نہیں کی، ان کی عزت وعظمت کو پہچانا ہی نہیں ہے، جس کی وجہ سے آج ہماری بھی وہ عزت وآبرو نہیں رہی۔

والدین کے دوستوں کا خیال رکھنا بھی اسلام میں بوڑھوں کی عزت کے مظاہر میں سے ہے:

دین اسلام نے والدین کی خدمت، ان کی عزت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا بڑی شدت سے حکم دیا ہے کہ ان کی پوری زندگی ہم نے خدمت اور اطاعت وفرماں برداری کرنی ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو بند نہیں کیا، بلکہ کھلا چھوڑا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر والدین دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو پھر اپنے والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو والدین کی خدمت کے برابر اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں نبی کل کائنات سلطان بروبحر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مِنَ الْبِرِّ أَنْ تَصِلَ صَدِيقَ أَبِيكَ»۔[1]

”یہ بھی نیکی ہے کہ آپ اپنے والد کے دوست اور ساتھی کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور تعلق رکھیں“۔

بلکہ نبی اکرم ﷺ نے اسے افضل ترین نیکی شمار کیا ہے، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ»۔[2]

---

[1] المعجم الاوسط: 7/213: 7303

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة اصدقاء الأب: 8/6: 6678

”نیکیوں میں سے ایک افضل ترین نیکی یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والد کے پیار اور محبت والوں سے یعنی دوستوں سے صلہ رحمی کرے“۔

یہاں پر اپنے باپ کے پیاروں سے صلہ رحمی کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں اور ساتھیوں سے اچھا برتاؤ کرے، ان کی خدمت اور خاطر تواضع اس نیت سے کرے کہ یہ میرے والد گرامی کے دوست اور ساتھی ہیں اور یہ ایک ایسی بلند پایہ خوبی ہے جو صلہ رحمی سے بھی بڑھ کر نیکی والی ہے، ایک اور روایت ہے جسے امام بخاری ؒ الادب المفرد میں لائے ہیں، سیدنا ابو اُسید ؓ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں پر ایک آدمی آیا اس نے سوال کیا اے اللہ کے رسول!

هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: «نَعَمْ خِصَالٌ أَرْبَعٌ: الدُّعَآءُ لَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا» ۔ ①

”ماں باپ کی وفات کے بعد کیا کوئی نیکی باقی ہے جو میں ان کے ساتھ بجا لاؤں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے عہد و پیمان کو جاری رکھنا، یعنی ان کی وصیت واقرار کو پورا کرنا اور جو لوگ ماں اور باپ کی وجہ سے لائق صلہ ہوں کہ ان سے تعلق رکھنا ضروری ہے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور والدین کے دوستوں کی عزت اور خاطر تواضع کرنا اور ان سے رب کی رضا کے لیے محبت ومودت کے تعلقات کو برقرار رکھنا ہے“۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے واضح اور صریح حکم ہے کہ والدین کے پیاروں اور

---

① سنن أبي داود: 5142، ابن ماجه: 3664

محبت والوں کا ہر طرح سے خیال رکھنا چاہیے اور اسی لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو وعید سنائی ہے جو والدین کے دوستوں کا خیال نہیں رکھتا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِحۡفِظْ وُدَّ اَبِيْكَ لَا تَقْطَعْهُ فَيُطْفِئُ اللّٰهُ نُوْرَكَ»۔ ①

"اپنے باپ کے دوستوں کا خیال رکھ ان سے کٹ کر اور دور رہ کر زندگی مت گزار، اگر ایسے کرے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کا نور ہی ختم کر دیں گے"۔

اور شریعت اسلامیہ سے پہلے جتنے بھی ادیان گزرے ہیں، جتنی بھی شرائع گزری ہیں ان میں بھی والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم تھا، جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے وہاں سے گزرے اور عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ مجلس سے اٹھے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے یہ کیا معاملہ ہے؟ تو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مجلس والوں کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے بلکہ دو تین مرتبہ فرمایا اے عمرو! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

فوالذی بعث محمدا بالحق انه لفی کتاب الله عزوجل التوراة مرتین لا تقطع من کان یصل اباك فیطفأ بذلك نورك۔ ②

"مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، یہ تو اللہ کی کتاب توراۃ میں بھی ہے کہ اپنے والد کے ملنے والوں سے بے رخی اور اعراض نہ کرنا اگر ایسے کیا تو آپ کا نور بجھا دیا جائے گا"۔

اور یقیناً پہلے اسلامی معاشرے نے جس معاشرے کی تربیت محمد کریم ﷺ نے فرمائی

---

① المعجم الاوسط: 8/279: 8633

② الادب المفرد: 1/29: 42

نیکی کی مثالیں رقم کی ہیں اور آپ ﷺ کے ان فرمودات عالیہ کی تطبیق کر کے دکھائی ہے، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ پیش کیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک گدھا تھا جب سفر کرتے تو اس گدھے پر کیا کرتے تھے اور ایک پگڑی تھی جو سر پر باندھا کرتے تھے:

فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلٰى ذٰلِكَ الْحِمَارِ، إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، قَالَ: بَلٰى، فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ، وَقَالَ: ارْكَبْ هٰذَا وَالْعِمَامَةَ، قَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ، فَقَالَ لَهُ: بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ۔

”تو ایک دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی گدھے پر سوار تھے تو ان کے پاس سے ایک بدوی اور دیہاتی آدمی گزرا اور کہنے لگا کیا آپ فلاں کے بیٹے فلاں نہیں ہو؟ تو اس نے کہا: ہاں میں ان کا ہی بیٹا ہوں تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے گدھا پکڑا دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنے سر سے پگڑی اتار کر دے دی اور عرض کی کہ اسے اپنے سر پر باندھ لیں، آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا: اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ نے اس دیہاتی آدمی کو اپنا وہ گدھا ہی دے دیا ہے، جس پر آپ خود سواری کرتے ہیں اور اپنی پگڑی بھی دے دی ہے، آپ اگر اس کو کوئی چھوٹی سی چیز بھی دے دیتے تو اس نے خوش ہو جانا تھا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ» وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ۔ ①

---

① صحيح مسلم. كتاب البر والصلة. باب فضل صلة اصدقاء الأب: 6679:6/8

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے پیار اور محبت کرنے والے سے نیکی اور حسن سلوک کرے والد کے فوت ہو جانے کے بعد اور بے شک اس کا باپ عمر رضی اللہ عنہ (یعنی میرے باپ) کا دوست تھا"۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ وہ بڑا بڑا لمبا سفر طے کر کے اپنے والدین کے دوست اور اصدقاء سے ملاقات کرنے کے لیے جاتے تھے اور اس کی بڑی ساری مثالیں موجود ہیں، یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کے متعلق آتا ہے سیدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا:

فاتاني عبدالله بن عمر فقال أتدري لم اتيتك قال قلت لا قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصِلَ أَبَاهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيْهِ بَعْدَهٗ»۔

"تو میرے پاس سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور فرمانے لگے کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس کیوں آیا ہوں تو میں نے جواب میں کہا: نہیں مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیوں آئے ہیں تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس سے اس کی قبر میں حسن سلوک کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے والد گرامی کے دوستوں سے حسن سلوک کرے"۔

وَأَنَّهٗ كَانَ بَيْنَ أَبِيْ عُمَرَ وَبَيْنَ أَبِيْكَ أَخَاءٌ وَوُدٌّ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَصِلَ ذٰلِكَ۔ ①

"اور میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے باپ کے درمیان برادرانہ اور

---

① صحیح ترغیب: 2506، صحیح ابن حبان: 2/175: 432

دوستانہ تھا تو میں نے اپنے والد سے صلہ کرنا چاہا‘‘۔

اور اسی طرح مسند احمد کی روایت ہے یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> أَتَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ فَقَالَ لِي يَا ابْنَ أَخِي مَا أَعْمَدَكَ إِلَى هَذَا الْبَلَدِ أَوْ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ قُلْتُ لَا إِلَّا صِلَةُ مَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ وَالِدِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ۔ ①

’’میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ان ایام میں آیا جب وہ اس مرض میں مبتلا تھے جس میں وہ فوت ہوئے ہیں، جب میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھ سے سوال کیا فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! آپ نے اس شہر کی طرف آنے کا قصد اور ارادہ کیوں کیا؟ یا کون سی چیز آپ کو یہاں لے کر آئی ہے تو میں نے جواب میں کہا کوئی چیز مجھے یہاں نہیں لائی سوائے ایک بات کے کہ آپ کے اور میرے باپ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ اور اخوت ومحبت تھی اسی محبت کی بنیاد پر میں آپ کو ملنے اور آپ کی زیارت کرنے کے لیے آیا ہوں‘‘۔

اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولادیں اپنے والدین کے دوستوں کا خیال رکھتے، ان سے ملاقات ان کی خاطر تواضع اور خدمت کیا کرتے تھے۔

لیکن افسوس کہ آج مسلمان تو ہم بھی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کے دعویدار بھی ہیں لیکن ان جیسا کردار نہیں رہا، ان جیسی گفتار نہیں رہی، آج ہمارے پاس وقت کہاں کہ ہم اپنے والد کے دوستوں سے ملنے جائیں، ان کی خدمت اور خاطر داری کریں جہاں باپ مر گیا وہاں اس بے چارے کے دوست بھی جاتے رہے، تو ان آثار صحابہ سے بظاہر بوڑھوں کا خیال رکھنا، ان کی رعایت کرنا ثابت نہیں ہوتا، لیکن اگر ہم بعض جوانب کی

---

① مسند احمد: 6/450: 27586

طرف تھوڑا سا غور وخوض اور توجہ کریں تو ہمارے لیے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ والدین کے دوست غالب حالات میں عمومی طور پر بوڑھے اور بڑی عمر کے ہی ہوتے ہیں اور جب بھی کوئی مسلمان اپنے والد کے دوستوں اور اپنی والدہ کی سہیلیوں سے صلہ، اچھا برتاؤ اور حسن سلوک اور ان کا اکرام کرتا ہے تو حقیقی معنوں میں وہ معاشرے کے بوڑھے لوگوں کا ہی احترام کر رہا ہے اور یہ بھی معاشرے میں بوڑھے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے کی ایک صورت ہے جو معاشرے کے افراد کی معاونت ومساعدت کرتی ہے کہ معاشرے میں بوڑھوں کا بہت زیادہ احترام واکرام ہونا چاہیے۔

اور پھر جب معاشرے کے افراد اپنے والدین کے دوستوں کی زیارت وغیرہ کرتے رہیں تو گویا وہ اپنے والدین کے ساتھ ہی نیکی اور حسن سلوک کر رہے ہیں اور دوسرا اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ معاشرے کے متوسط لوگوں اور جوان لوگوں کا رابطہ اور تعلق بوڑھوں اور عمر رسیدہ لوگوں کے ساتھ ہوگا باہمی میل جول اور اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو یہ بوڑھے معاشرے کا حصہ بن کر زندگی بسر کریں گے نا کہ معاشرے سے کٹ کر اور علیحدہ اکیلے کسمپرسی اور پریشانی کے ایام گزاریں گے، جب کہ غیر مسلم معاشرے اس صورتِ حال سے دوچار ہیں کہ نوجوان نسل کا اپنے بوڑھوں سے کوئی رابطہ تعلق داری نہیں ہوتی اور وہاں کے رسائل وجرائد اس بات پر شاہد ہیں کہ اس معاشرے میں بوڑھے لوگوں کی بے بسی اور بے کسی کا یہ عالم ہے کہ ایک بوڑھا شخص فوت ہوگیا ہے اور اس کا جسم اس کے کمرے میں پڑا ہوا ہے اور چار سال کا عرصہ دراز بیت چکا ہے کسی کے علم میں ہی نہیں کہ وہ فوت ہوگیا ہے اور اس کے جسم کو کہیں چھپایا جائے یہ حال ہے غیر مسلم معاشروں کا۔①

عزیز قارئین! آج ہماری حالت زار پر بھی آسمان آنسو بہاتا ہوگا کہ نقل اتارنی چاہیے تھی، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین عظام کے نقش قدم کی، لیکن آج مسلم معاشرہ ان غیر مسلموں کے طرز زندگی کو اپنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

---

① صحيفة الجزيرة السعودية: 7751

آج جو اپنے آپ کو بڑے پڑھے لکھے لوگ تصور کرتے ہیں، بڑے تعلیم یافتہ بننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے تخیلات یہ ہیں کہ آج اگر بچے ان بوڑھوں کے ساتھ رہیں گے تو ان کی سوچ وفکر بھی پرانی ہوگی اور ان کی تربیت بھی درست نہ ہوگی، کیونکہ ہم بچوں کی جدید خطوط پر چل کر تربیت کرنا چاہتے ہیں اور جدت ان کے سامنے صرف اور صرف غیر مسلم اور مغربی معاشرہ ہے اگر اپنی اولادوں کی تربیت اس انداز سے کریں گے تو پھر وہ دن دور نہیں جب آپ مرجائیں گے تو آپ کی اولاد کو اپنی کوئی فکر نہ ہوگی۔

کیا خیال ہے کہ جو شخص مرگیا اور چار سال تک اپنے کمرے میں مرا پڑا رہا اگر اس کے دوستوں اور ساتھیوں کی اولاد کی ایسی تربیت ہوئی کہ ہم نے اپنے والد کے دوستوں کا خیال رکھنا ہے تو کوئی اس کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو وہ اسے ضرور دفن کفن کے مراحل سے گزار کر اس کی عزت کرتا اور وہ اپنی اسی حالت میں نہ پڑا رہتا۔

اور سعودی عرب کا ایک جریدہ الشرق الاوسط ہے اس نے لکھا ہے کہ المانیا کے بوڑھوں کے متعلق جو وزارت ہے اس نے ان حقائق کو واضح کیا ہے کہ وہاں پر چالیس لاکھ چالیس ہزار بوڑھے ایسے ہیں جو طرح طرح کی جسمانی ایذا رسانیوں سے دوچار ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی زیادہ برا سلوک ہو رہا ہے اور یہ 1993ء کی بات ہے۔①

اور پھر اس معاملہ میں حیران کر دینے والی بات یہ ہے کہ ان بوڑھوں کو تکلیف پہنچانے والے لوگ کوئی اجنبی نہیں ہیں بلکہ ان کے اپنے خاندانوں اور قبیلوں کے لوگ ہیں تو کیا ایسے لوگوں سے توقع اور امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے والد کے دوستوں کی خاطر داری کریں گے۔

یہ تصور دیا ہے، یہ پیغام سنایا ہے، ایسے کاموں کو عملی جامہ پہنایا ہے تو مسلم معاشرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں نے پہنایا ہے۔

---

① اشراق الاوسط، نمبر: 5985

اور اس سے بھی بڑھ کر ہلا دینے والا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھی اماں اپنے کمرے میں بھوکی ہی مر چکی ہے، اس کے اس بڑھاپے اور عالم پیری میں کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہے جس بیٹے کو اس نے اپنے جگر کا خون پلا پلا کر جوان کیا، جس بیٹے کی خاطر اپنی ساری جوانی کی قیمتی اور مہنگی ترین گھڑیاں صرف کر دیں، جس بیٹے کے لیے ساری زندگی دکھوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرتی رہی، آج اس بیٹے کا کیا حال ہے کہ بوڑھی ماں کو کھانا نہیں دے رہا، پانی بند کر دیا ہے، گیس کاٹ ڈالی ہے اور وہ اپنے کمرے میں ایسے بے آسرا بے سہارا بھوکی پیاسی رہی، خود اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی، اس حال میں دنیا سے رخصت ہو گئی اور پھر یہ معاملہ اس کے ہمسائیوں نے لوگوں کے سامنے کھولا، لیکن اس وقت جب وقت گزر چکا تھا اور اس کی بوڑھی ماں کے اقرباء میں سے بھی کسی نے اس معاملے کا کوئی سدّ باب نہ کیا۔

قارئین جب معاشرے ایسی سنگین ترین صورتِ حال کی آغوش میں آ جاتے ہیں جہاں پر بوڑھوں کی جانوں پر ترس نہ ہو اور ان پر ظلم وستم کے پہار توڑے جائیں تو پھر رب کی طرف سے رحمتیں نہیں آتیں، پھر وہ معاشرے تباہ وبرباد اور طرح طرح کی پریشانیوں اور دکھوں کی آماج گاہ بن جاتے ہیں۔ ①

مذکورہ سطور میں جو مغربی معاشرے کی حالت زار تحریر کی گئی ہے وہ صرف وہاں ہی نہیں بلکہ جاپان کے ایک رسالے نے لکھا ہے کہ ایک بوڑھے آدمی کا جسم پایا گیا کہ وہ اپنے کمرے میں مرا ہوا پڑا ہے اور ڈیڑھ سال بیت گیا ہے اور کسی کو کوئی خبر ہی نہیں، کبھی کوئی اس کی حالت پوچھنے بھی نہیں گیا اور یہ واقعہ ٹوکیو کا ہے اور اسی طرح ٹوکیو میں ایک 90 برس کی عورت بھوکی پیاسی فوت ہوگئی اور پانچ دنوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ فوت ہوگئی ہے اور حیران کر دینے والی بات یہ ہے کہ یہ بڑھیا اولڈ ہاؤس میں تھی، لیکن وہاں کے

---

① صحیفة الشرق، نمبر: 6452

ملازموں نے بھی خیال نہیں کیا اور خبر اس وقت آئی جب اس کے خاندان کے لوگ اس کو ملنے کے لیے آئے۔ ①

افسوس کہ کتنے ایسے بوڑھے ہیں جو اولڈ ہاؤس میں بیماریوں لاچاریوں کی زندگی گزارتے ہوئے مرجاتے ہیں اور ان کی اولادیں بھی ان پر رحم وکرم نہیں کرتیں اور حکومتیں بھی ان کا خیال نہیں رکھتیں اور وہ اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

…………*

---

① جريدة اليوم السعودية، نمبر: 8542

چوتھا باب:

مسلم معاشرے میں بوڑھوں کا خیال

مسلمان معاشرے میں بوڑھے شخص کا مقام ومرتبہ بڑا ہی بلند وبالا اور ممتاز قرار دیا گیا ہے اور بوڑھے آدمی کے ساتھ معاملات بھی بڑے احترام اور توقیر کے ساتھ طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی مضبوط منصوبہ بندی کی ہے، ارشاد نبوی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا» ۔ ①

''جس شخص نے ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کی اور ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اس حدیث نبوی سے بڑوں کا احترام کرنا اور ان کی عزت وتوقیر واضح ہو رہی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے معاشرے میں اس کے عملی تجربات اور تطبیقات بھی سامنے آ چکی ہیں اور اس طرح مسلم معاشرے کی روش اور یہ سارے کے سارے تجربات ان کی شرعی حیثیت اور اصلیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص سے جو بڑوں کا احترام نہیں کرتا اس سے برأت اور دوری کا اظہار واعلان فرمایا ہے۔

اور اس سے بھی ایک اور قدم آگے نبی اکرم ﷺ نے صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ عملی طور پر آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس عظیم عمل پر ابھارا اور ترغیب بھی دلائی ہے اور ان کی عزت وتوقیر کا اہتمام بھی کیا ہے اور بڑے سارے امور اور کاموں میں بوڑھوں

---

① سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الصبیان: 1919:321/4

کو مقدم بھی رکھا ہے تا کہ ان کی عزت اور احترام برقرار رہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا اور اس کی بڑھی صراحت اور وضاحت فرما دی:

«يَا أَنَسُ! اِرْحَمِ الصَّغِيْرَ وَوَقِّرِ الْكَبِيْرَ»۔ ①

”اے انس! چھوٹوں پر شفقت کر اور بڑوں کا احترام کر“۔

اس حدیث میں آپ نے حکماً حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ چھوٹوں سے پیار اور محبت کو روا رکھو اور جو تم سے بڑے اور زیادہ عمر کے لوگ ہیں ان کی عزت وتوقیر کا ہمیشہ خیال رکھا کرو۔

اور اسی طرح اسلامی معاشرے کا ایک شعار اور وتیرہ یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کہا کریں، اس معاملہ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے بڑوں اور بوڑھوں کی عظمت کا خاص خیال رکھا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ يُسَلِّمَ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ»۔ ②

”چھوٹا بڑے کو سلام کہے“۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے چھوٹوں کو حکم دیا ہے کہ وہ سلام کہنے میں پہل کریں، تا کہ بڑوں کی عزت، ان کا اکرام واحترام برقرار رہے اور یہی شرعی حوالہ سے چھوٹوں کی ذمہ داری ہے اور اسی طرح گفتگو اور بات چیت کرنے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے چھوٹوں کو یہی حکم دیا ہے کہ وہ بڑوں کی موجودگی میں بات نہ کریں، بلکہ بڑوں کو ہی بات کرنے دیں جس کی صراحت صحیح بخاری کی اس روایت سے ہو رہی ہے، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أَتَيَا خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقَا فِي

---

① مسند أبي يعلي: 7/197: 4183

② سنن أبي داود، كتاب الادب، باب من اولى بالسلام: 4/516: 5200

النَّخْلِ، فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ، فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمُوْا فِيْ أَمْرِ صَاحِبِهِمْ، فَبَدَأَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ، وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَبِّرِ الْكُبْرَ» ۔ قَالَ يَحْيٰى: يَعْنِي: لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْأَكْبَرُ ۔ ①

’’عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر آئے اور کھجوروں کے باغ میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، عبداللہ بن سہل وہیں قتل کر دیے گئے، پھر عبدالرحمٰن بن سہل اور مسعود کے دونوں بیٹے حویصہ اور محیصہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مقتول ساتھی عبداللہ کے بارے میں گفتگو کی، پہلے عبدالرحمٰن نے بولنا چاہا جو سب سے چھوٹے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بڑے کی بڑائی کرو یعنی جو بڑا ہے وہ گفتگو کرے‘‘۔

اس حدیث نبوی میں بھی نبی کریم ﷺ نے بات چیت کرنے والے کی توجہ دلائی ہے اور آداب سکھائے ہیں کہ بڑے کی موجودگی میں چھوٹا بات مت کرے، بلکہ اپنے بڑے کی عزت کرے اور اسے ہی بات کرنے دے، اس قدر اسلام نے بوڑھوں کو عظمت سے نوازا ہے۔

اور اسی طرح کھانے پینے کے سلسلے میں بھی نبی اکرم ﷺ کی یہی ہدایات اور ارشادات ہیں کہ بڑوں کا خیال رکھو، بوڑھوں کو مقدم کرو، جیسا کہ سلسلہ صحیحہ کی روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِذَا سَقٰى قَالَ: «ابْدَؤُوْا بِالْكُبَرَآءِ أَوْ قَالَ بِالْأَكَابِرِ» ۔ ②

---

① صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب القسامة: 4434:98/5

② شعب الایمان: 11006:464/7

"رسول اللہ ﷺ کو جب پانی پلایا جاتا تو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا بڑوں اور بوڑھوں سے کیا کرو"۔

بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو عملاً بھی کر کے دکھایا ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ فَأُوْحِيَ إِلَيْهِ أَنْ أَعْطِ السِّوَاكَ الْأَكْبَرَ۔ ①

"نبی اکرم ﷺ مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو آدمی تھے تو آپ کی طرف وحی کی گئی کہ دونوں میں سے بڑے کو مسواک دے دیں"۔

حضرت امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث میں بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینے کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے، چلنے، گفتگو کرنے غرض کہ تمام معاملات میں چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ بڑوں اور بوڑھوں کی عزت وعظمت کا خیال رکھتے ہوئے ان کو مقدم کیا کریں۔

اس طرح اسلام نے بوڑھوں کو عزت وعظمت کے ساتھ نوازا ہے اور اسی طرح بڑے کی عزت وتکریم کا ایک اور بڑا عظیم الشان واقعہ جو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا اپنا عمل ہے، مجمع الزوائد اور طبرانی کی روایت ہے:

عند ما أتاه عيينة بن حصن وأبوبكر وعمر رضي الله عنهم وهم جلوس جميعاً من الارض فيدعوا العيينة بنمرقة وسادة فاجلسه عليها وقال اذا اتاكم كريم قوم فاكرموه وفي رواية اخرى اذا اتاكم كبير قوم فاكرموه۔ ②

---

① سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب في الرجل يستاك بسواك: 1/19: 50 (صحيح)

② المعجم الكبير: 17/160: 14110

"یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ کے پاس عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے پاس ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور یہ تمام لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے عیینہ کے لیے چادر منگوائی اور تکیہ منگوایا اور اس پر انھیں بٹھایا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے بڑے تاریخی الفاظ کہے تھے جو کہ بڑوں کی عزت وعظمت کو چار چاند لگانے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمھارے پاس قوم کا کوئی بڑا اور وڈیرا آئے تو اس کا اکرام کیا کرو اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمھارے پاس کسی قوم کا بوڑھا آدمی آئے تو اس کا اکرام واحترام کیا کرو"۔

اور مستدرک حاکم کی روایت میں امام حاکم رحمہ اللہ جو روایت لائے ہیں اس کے الفاظ یوں ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْتِيْ ضُعَفَآءَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَزُوْرُهُمْ وَيَعُوْدُ مَرْضَاهُمْ وَيَشْهَدُ جَنَائِزَهُمْ۔ ①

"رسول اللہ ﷺ کمزور اور ضعیف مسلمانوں کے پاس آتے، ان کی زیارت کرتے اور ان کے بیماروں کی تیمار دار کرتے اور ان کے جنازوں میں بھی حاضر ہوتے اور جنازے پڑھاتے تھے"۔

اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ بوڑھے بندے بھی معاشرے کے کمزور ترین لوگ ہوتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس جاتے، ان سے بات چیت، اٹھنا بیٹھنا رکھتے تھے، بوڑھے لوگوں کے اس وقار اور عزت وعظمت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے نوجوانوں کو ترغیب دلائی ہے اور ابھارا ہے کہ وہ اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کریں اور ایسی خصلتیں اپنائیں جو بڑوں کے اندر ہوتی ہیں، کیونکہ جو

---

① مستدرک حاکم: 55/4

خوبیاں بڑوں میں ہوتی ہیں وہ اغلب طور پر چھوٹوں میں نہیں ہوتیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«خَيْرُ شَبَابِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِكُهُولِكُمْ» ۔①

’’تم میں سے بہترین نوجوان وہ ہوتے ہیں جو سیرت وکردار کے لحاظ سے ادھیڑ عمر لوگوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور زندگی گزارنے میں بوڑھوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں‘‘۔

کیونکہ بوڑھوں میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر خیر اور بھلائی رکھی ہوئی ہوتی ہے اور بوڑھوں کے اندر اغلب طور پر وقار اور حلم زیادہ ہوتا ہے اور یہ ایسے اوصاف حمیدہ ہیں جن کی شریعت اسلامیہ نے ہر لحاظ سے بڑی تعریف کی ہے اور انھیں خوب پسند فرمایا ہے۔

اس طرح نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں بوڑھوں کا اکرام واحترام کرتے اور ساتھ اپنی امت کو اپنے تلامذہ کو خاطر داری کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔

کافروں کے بوڑھوں کا بھی نبی اکرم ﷺ نے احترام کیا:

نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں پر مسلمان بوڑھوں کے احترام اور ادب کے حوالے سے تعلیمات دی ہیں اور لوگوں کو آگاہی دی ہے اسی طرح مشرکین کے بوڑھوں کا بھی احترام کر کے دکھایا ہے، جیسا کہ عتبہ بن ربیعہ جو کہ مشرکین مکہ کے بوڑھوں میں سے ایک ہیں، وہ آپ ﷺ کے ساتھ چند باتیں کرنے کے لیے آئے جو کہ ایک بہت طویل حدیث ہے، تو اس وقت ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کو آپ کی دعوت وتبلیغ سے روک دیں۔

اور اس نے جو باتیں کی تھیں وہ درج ذیل ہیں:

پہلی بات اس نے یہ کہی کہ اے محمد ﷺ!

---

① المعجم الاوسط: 18053:83/22

أنت خير ام عبدالله؟ انت خير ام عبدالمطلب؟ فسكت النبي ﷺ تأدبا واعراضا عن الجاهلين۔

”کیا آپ بہتر ہو یا آپ کے والد عبداللہ بہتر تھے؟ آپ بہتر ہیں یا آپ کے دادا عبدالمطلب؟ تو نبی اکرم ﷺ اس بوڑھے کا ادب واحترام کرتے ہوئے اور اس کی جہالت سے اعراض برتتے ہوئے خاموشی اختیار کی“۔

تو عتبہ بڑی ہی گرم جوشی سے آگے بڑھا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ!

إن كنت تزعم أن هٰؤلاء خير منك فقد عبدوا الألهة التي عبت وان كنت تزعم انك خير منهم فقل يسمع لقولك۔

”اگر آپ اپنے ان آباء کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہو تو پھر انھوں نے بھی تو ان معبودان اور آلہہ کی ہی عبادت کی ہے جن میں تم عیب نکالتے اور جن کی تم مذمت کرتے ہو اور اگر آپ اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتے ہو تو پھر بات کرو تمھاری بات سنی جائے گی“۔

آپ نے تو ہمیں عرب کی سرزمین پر ذلیل ورسوا اور کمزور کر دیا ہے حتی کہ لوگوں کے درمیان یہ بات بڑی شد ومد کے ساتھ حرکت کر رہی ہے کہ قریش میں ایک جادوگر اور ایک کاہن شخص نے جنم لیا ہے، آپ کا ارادہ یہ ہے کہ ہمارا بعض بعض کے سامنے تلواریں لے کر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما اور سینہ سپر ہو جائے اور باہمی لڑائیاں لڑنا شروع ہو جائے حتی کہ تباہی وبربادی ذلت ورسوائی، ہمارا نصیب اور مقدر بن جائے۔

اس کے یہ الفاظ سن کر نبی اکرم ﷺ نے اس بوڑھے عتبہ کو برا بھلا نہیں کہا، سب وشتم نہیں کیا اور بوڑھوں سے بدتمیزی اور دھکے نہیں دیے، بلکہ ادب واحترام کی انتہا کرتے ہوئے خاموشی کا مظاہرہ فرمایا، جب عتبہ نے آپ ﷺ کا یہ ادب واحترام اور توقیر کا مظاہرہ دیکھا تو اپنی جابرانہ اور قاہرانہ گفتگو اور طرز تکلم سے کچھ پیچھے ہٹا اور اپنی بات میں

نرمی پیدا کرتے ہوئے کہنے لگا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر آپ اپنے اس مشن اور کام سے دنیا کا مال اور جائیداد جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم اپنے مالوں سے آپ کے لیے مال جمع کر دیتے ہیں، تاکہ آپ ہم میں سے بہت زیادہ مال دار ہو جائیں اور روپے پیسے والے بن جائیں اور اگر آپ اس سے کسی دنیاوی شرف اور قدر و منزلت کے متلاشی ہیں، جاہ و حشمت اور عزت و وقار چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار بنانے اور سربراہ ماننے کے لیے بھی تیار ہیں اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہت اور سلطنت و حکومت دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔

اور اگر آپ معاذ اللہ دیوانے ہو، مجنون ہو اور اس کا علاج معالجہ کروانے کی سکت نہیں رکھتے تو ہم آپ کے علاج کے لیے بہترین ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں، ہم مال و زر خرچ کرتے ہیں حتی کہ آپ کا مکمل علاج ہو جائے۔

عتبہ ایسی باتیں کرتا رہا جو کہ انتہائی تکلیف دینے والی تھیں اور قلب و جگر کو گرما دینے والی اور غصہ بھڑکانے والی تھیں اور حلم و اناۃ کے اس کوہ گراں نے پھر بھی اس شخص کی تمام باتیں بڑی ہی متانت اور سنجیدگی اور بڑے اکرام و احترام اور خاموشی سے سماعت کیں جب وہ اپنی تمام گفتگو سے فارغ ہوا تو سراپا رحمت جناب محمد کریم ﷺ نے بڑے ہی ادب سے فرمایا:

أفرغت یا ابا الولید۔

''اے ابو ولید آپ اپنی بات مکمل کر چکے ہو''۔

تو اس نے جواب میں کہا: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب میری بات سن لو، تو اس نے کہا: آپ کریں بات میں سنتا ہوں تو نبی رحمت جناب محمد ﷺ نے سورۂ فصلت کی

تلاوت فرمائی۔ ①

اس طرح آپ ﷺ نے کافر بوڑھے کا احترام کر کے دکھایا ہے اور اپنی امت کے جوانوں کو پیغام دیا ہے کہ جوانی کے نشے میں مدہوش ہو کر بوڑھوں پر آوازے کسنے والو، بوڑھوں کو گالیاں دینے والو، بوڑھوں سے انتقامی کارروائیاں اور قتل کرنے والو، بوڑھوں کے ساتھ بدزبانی کرنے والو، تم جس پیغمبر کے امتی ہونے کے دم بھرتے ہو، جس رسول کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہو، جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو، اس پیغمبر کی سیرت و کردار تو یہ ہے کہ بوڑھوں کی زبان سے اگر دل دکھانے والی، قلب وجگر کو بھڑکانے والی کوئی بات بھی ہو جائے، کوئی نازیبا الفاظ بھی وہ استعمال کر لیں تو ان کے بڑھاپے اور عالم پیری کا تقاضا یہ ہے، ان کے بالوں کی سفیدی ہم سے یہی مطالبہ کرتی ہے کہ ہم ان کے احترام واکرام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور مسلمان بوڑھا ہو تب بھی غیر مسلم ہو تب بھی تمام بوڑھوں کے احترام میں ہی زندگی گزارنی ہے اور آپ ﷺ کے سیرت و کردار پر ہی عمل کرنا ہے۔

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا اندازِ ملاقات اور احترام کی اعلیٰ مثال:

نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ آٹھ رمضان المبارک جنوری 630 میلادی کو مکہ معظمہ کی سرزمین پر عظیم فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور پھر جب مسجد حرام میں آپ نے قدم رکھا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی ابو قحافہ کو لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ﷺ کو پہچان کروائیں، تاکہ یہ مسلمان ہو جائیں، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ بوڑھے ابو قحافہ کو عالم پیری میں میرے پاس لے کر آ رہے ہیں تو آپ نے اس بات کو ادب واحترام کے منافی سمجھا اور فرمایا:

هلا تركت الشيخ في بيته حتى اكون أن اتيته به۔

---

① السيرة النبوية لابن كثير: 504/1

> ”آپ نے اس بوڑھے شخص کو گھر میں کیوں نہیں چھوڑا کہ میں خود چل کر ان کے پاس جاتا“۔

اس قدر آپ ﷺ بوڑھوں کا ادب اور احترام کیا کرتے تھے، حالانکہ آپ ایک بہت بڑی فوج کے کمانڈر انچیف تھے، عظیم رہبر و راہنما بھی تھے، بہت بڑے قائد بھی تھے اس کے باوجود آپ کا یہ حال تھا، آج ہماری جماعتوں اور تنظیموں کے قائدین کا کیا حال ہے، اوجی مصروفیت ہی بہت زیادہ ہوگئی ہے وقت ہی نہیں ملتا، کسی بوڑھے شخص کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتے، اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ!

هو أحق ان يمشي اليك من ان تمشي انت اليه۔

> ”وہ زیادہ حق دار ہیں کہ چل کر آپ کے پاس پہنچیں اس بات سے کہ آپ چل کر ان کے پاس جائیں“۔

تو جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے کس قدر ان کا اکرام کیا کہ آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام کیا اور ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: آپ مسلمان ہو جائیں تو انھوں نے آپ کی دعوت پر دین اسلام کو قبول فرما لیا۔

تو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے تو اس وقت بڑھاپے اور عالم پیری کی وجہ سے ان کا سارا سر سفید ہو چکا تھا تو آپ ﷺ نے ان کے اس سخت بڑھاپے اور بالوں کی سفیدی کو دیکھا تو بڑی ہی نرمی اور ذوق وشوق کے ساتھ اور احترام وادب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

«غَيِّرُوْا هٰذَا مِنْ شَعْرِهٖ»۔ ①

---

①

”ان کے بالوں کے رنگ کو بدل دو“۔

نبی اکرم ﷺ ایسے بوڑھوں کی عزت و آبرو اور عظمت و بلندی کا خیال رکھتے تھے اور آپ نے خود بھی بوڑھوں کا احترام کیا ہے اور اپنی امت کو بھی اسی امر کا پابند ٹھہرایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بوڑھی عورت کا کیسے احترام کیا:

نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے صرف بوڑھوں کے احترام کا حکم ہی نہیں دیا، بلکہ اپنے قول و کردار سے ثابت کر کے اپنی امت کو بتلایا ہے کہ بوڑھوں کا احترام کس حد تک ضروری ہے اور اس حوالہ سے بھی آپ نے ایسا کردار پیش کیا ہے، بندہ آپ کی سیرت کے اس پہلو کو پڑھ کر انگشت بدنداں اور حیرت کے ایسے دریا میں غوطہ زن ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں ہے، ایسے آپ نے بوڑھوں اور کمزور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ بہت بڑے لیڈر، رہبر و راہنما اور اللہ کے پیغمبر ہونے کے باوجود کبھی بھی کسی بوڑے شخص سے تنگی محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ”المنتظم“ میں رقم کیا ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بڑے سخی باپ کا بیٹا اور قبیلہ بنو طے کا سردار تھا، عیسائی مذہب کا پیروکار تھا، سعودی عرب کے شمالی علاقہ حائل میں ان کی جاگیریں تھیں، عدی اسلام کا سخت دشمن اور شدید نفرت کرنے والا انسان تھا، اس نے اپنے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر رکھے تھے تو اس کی قسمت بڑی بلند اور نصیب بڑے اچھے کہ اس کی بہن نے اسے نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ بھجوا دیا، جب وہ مدینہ پہنچا تو اس وقت اس کی ہیئت کذائی یہ تھی کہ اس نے ریشمی لباس زیب تن کیا ہوا تھا، گلے میں سونے کی صلیب لٹکائی ہوئی تھی، بڑے فخر اور تکبر کے ساتھ چلتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچا، ادھر اللہ کے رسول ﷺ اپنے غرباء و فقراء ساتھیوں کے ساتھ

مسجد نبوی کے کچے صحن میں جلوہ گھر تھے، مسجد نبوی اس وقت کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی، عدی بن حاتم کے تصور میں یہ تھا کہ نجانے اس نبی نے کتنا مال وزر جمع کیا ہوا ہے اور بڑے بڑے مضبوط قلعے اور محل تعمیر کیے ہوئے ہوں گے، اپنی مسجد کو نجانے فن تعمیر کا کیسا نمونہ بنایا ہوا ہوگا، مگر جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو حیرت کے بحر بے کراں میں غوطہ زن ہوگیا، اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، یہاں پر ہٹو بچو کی کوئی صدا نہ تھی، نہ ہی حکمرانوں جیسا طرزِ زندگی تھا، کائنات کے امام نے انتہائی سادہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس طرح حصار میں لیا ہوا تھا، جیسے چاند ستاروں کے جلو میں ہوتا ہے، عدی بن حاتم نے گفتگو شروع کی، کچھ سوالات، کچھ خدشات اور کچھ باتیں ذہن میں تھیں، ماحول دیکھا اللہ کے رسول ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا، ذہن بدلنے لگا، دل میں خیال آیا مسجد نبوی تو بڑی سادہ ہے، مگر گھر نجانے کتنا خوبصورت ہوگا، ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عدی چلو باقی باتیں گھر جا کر کرتے ہیں، آپ نے عدی کا ہاتھ پکڑا مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا:

اذ لقیته امرأة ضعیفة کبیرة فاستوقفته فوقف لها طویلاً فی
حاجتها فقلت فی نفسی واللہ ما هذا بملك ان للملك حالا
غیر هذا۔①

کہ ایک بوڑھی سی ماں راستے میں کھڑی ہے، اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کرتی ہے، مجھے بعض کاموں میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے، ذرا الگ ہو کر اطمینان سے میری بات سنیں، آپ نے عدی سے کہا: تم ذرا یہاں پر رکو تو میں اس بڑھیا کی بات سن لوں، اس کی کچھ پریشانیاں تھیں، کچھ دکھ اور غم تھے جو وہ آپ کے سامنے بیان کر رہی ہے اور دیر تک کائنات کے امام ﷺ اس بوڑھی سی اماں کی گفتگو کو بڑی توجہ کے ساتھ سن رہے تھے،

---

① المنتظم فی تاریخ الملوك والامم: 75/6

اس قدر نبی کریم ﷺ بوڑھوں کا خیال رکھا کرتے تھے اور بوڑھوں کی عزت وتوقیر میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے تھے۔

آج اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو کیا ہمارا اتنا ظرف ہے، اتنا صبر ہمارے پاس موجود ہے کہ کسی بوڑھے مرد یا بوڑھی عورت کی بات اس قدر تحمل مزاجی اور توجہ کے ساتھ سن سکیں آج تو سگے والدین کے لیے بچوں کے پاس وقت نہیں، ٹائم نہیں ان کی مصروفیت بہت ہے، اگر تیرے پاس بوڑھے والدین کے لیے وقت نہیں، اگر معاشرے کے بوڑھوں کی آپ دادرسی نہیں کر سکتے تو پھر یاد رکھو تمھاری تمام تر مصروفیات کسی کام کی نہیں ہیں، آیئے کردار اپنائیں، طریقہ سیکھیں بوڑھوں کے احترام کا تو محمد کریم ﷺ سے سیکھیں جنھوں نے اس بڑھیا کی بڑے اطمینان سے بات سنی تو عدی بن حاتم کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ حکمران، بادشاہ اور فرماں روا نہیں بلکہ یہ واقعی اللہ کا سچا رسول ہے۔

یہ سن کر عدی بن حاتم اور آپ کا یہ کردار دیکھ کر عدی نبی رحمت ﷺ کا پروانہ بن گیا اور اپنے پیر کی سیرت وکردار کو اپناتے ہوئے عدی بھی بوڑھوں کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔

بوڑھوں کا اکرام واحترام اور صالحین امت کا کردار:

بوڑھوں کے اکرام واحترام اور خاطر داری کے حوالہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالحین امت نے نبی کریم جناب محمد کریم ﷺ کی پیروی اور اتباع کی ہے اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایسی ایسی حیران کن مثالیں چھوڑی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ لوگ اس طرح بوڑھوں کی عزت وتوقیر کا خیال رکھتے اور پھر یہ نہیں کہ صرف مسلمان بوڑھوں کا ہی خیال رکھا ہے، بلکہ غیر مسلم لوگوں کی اس طرح عزت کی ہے کہ آج لوگ اس طرح اپنے جنم دینے والے بوڑھے والدین کی خاطر داری نہیں کرتے، اگر یقین نہیں تو آیئے تاریخ کے دریچوں اور شہہ پاروں سے ہم چند مثالیں رقم کر رہے ہیں انھیں پڑھیے اور عزم مصمم کیجیے کہ جب تک زندگی ہے اس وقت تک میں اپنے معاشرے کے بوڑھوں اور کمزور

لوگوں کی عزت وتوقیر میں کسر باقی نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب سیرت عمر بن خطاب میں لکھتے ہیں:

اَنَّ عمرَ بنَ الخطابِ رضي الله عنه يَتَعَاهَدُ امْرَأَةً عَجُوْزًا فِيْ بَيْتِهَا۔

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بوڑھی عورت کی نگہداشت اور دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور اس کے گھر کی صفائی، ستھرائی، کھانا پینا اور اسی طرح اس کے کپڑوں کی دھلائی وغیرہ بیماری لاچاری میں اس کی دوائی وغیرہ اور دیگر ضروریات کا خیال رکھا کرتے تھے“۔

خَرَجَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ فَرَآهُ طَلْحَةُ فَذَهَبَ عُمَرُ فَدَخَلَ بَيْتًا ثُمَّ دَخَلَ بَيْتًا آخَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ طَلْحَةُ ذَهَبَ إِلٰى ذٰلِكَ الْبَيْتِ فَإِذَا عَجُوْزٌ عَمْيَاءُ مُقْعَدَةٌ فَقَالَ لَهَا مَا بَالُ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَأْتِيْكِ؟ قَالَتْ إِنَّهُ يَتَعَاهَدُنِيْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا يَأْتِيْنِيْ بِمَا يُصْلِحُنِيْ وَيُخْرِجُ عَنِّيَ الْأَذٰى۔①

”رات کی سیاہ چادر نے لوگوں کو ڈھانپا ہوا تھا سناٹے کے اس عالم میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلے اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو جاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ ایک گھر میں داخل ہوئے، پھر ایک دوسرے گھر میں گئے، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اسی فکر میں لگے رہے کہ اس وقت امیر المومنین کا اس گھر میں کیا کام ہے؟ بہر حال جب طلحہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی تو اس گھر کی طرف چل دیے کہ پتہ تو کروں مسئلہ کیا ہے، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک بڑھیا سی اماں جو آنکھوں کی بینائی سے بالکل محروم

---

① محض الصواب فی فضائل أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب: 356/1

ہے، کچھ بھی دیکھ نہ سکتی تھی کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے، تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا سے پوچھا: اے ماں جو آدمی رات کی سیاہی میں آپ کے پاس آیا تھا اس کا کیا معاملہ ہے؟ کس لیے آتا ہے؟ آپ کی اس سے کوئی قریبی رشتہ داری ہے اور کس لیے آپ کے پاس آیا تھا تو وہ بڑھیا کہتی ہے بیٹا میری اس سے رشتہ داری اور قرابت تو بہت دور کی بات مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ آنے والا کون ہے؟ کس قبیلے سے متعلق ہے، کس کا بیٹا ہے، میں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی سوائے اس کے کہ اس نے عرصہ دراز سے میری دیکھ بھال، نگہداشت، کھانا پینا، گھر کی صفائی ستھرائی، میرے کپڑوں کی دھلائی وغیرہ اور دیگر ضروریات وحاجات کی ذمہ داری اٹھائی ہوئی ہے، روزانہ آتا ہے میرے سارے معاملات نپٹا کے جاتا ہے حتی کہ میرا پاخانہ وغیرہ بھی یہی پھینکتا ہے"۔

عزیز قارئین! یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار جنھوں نے زندگی کے ہر معاملہ میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

آج عام بوڑھے تو عام ہیں، جنم دینے والے والدین خون کے آنسو بہاتے ہیں، آنسو بہاتے اور سسکیاں لیتے ہیں، ساتھ بتلاتے ہیں کہ بیٹا اولاد ہے، جوان اور گھبرو بیٹے ہیں، لیکن کوئی دوائی لا کر دینے والا نہیں، باپ کی تیمارداری کرنے کوئی نہیں آتا، بوڑھے ماں باپ نے کچھ کھایا ہے یا نہیں، ان کی تکلیف کو رفع کرنے والا کوئی، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں تو پھٹے ہی ہیں، کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں، جن بچوں پر زندگی لگا دی، جوانی کھپا دی، جن کی ضروریات وحاجات کو پورا کرنے کے لیے نہ دن دیکھا، نہ رات، سردی دیکھی نہ گرمی، دھوپ دیکھی نہ چھاؤں، آج ان بوڑھوں کے کوئی آنسو پونچھنے کے لیے تیار نہیں، آخر کیوں اس لیے کہ آج اولادیں اللہ کے دین سے کوسوں دور نکل چکی ہیں اور وہ مساجد ومدارس جہاں سے انھوں نے سیرت مصطفوی کا درس لینا تھا، جہاں سے انھوں نے

اصحاب نبوی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سیرت وکردار کی تعلیم لینی تھی، ان سے رخ موڑ کر شیطان کے رستوں پر چل نکلی ہیں، آیئے دیکھیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بوڑھوں سے سلوک، بڑوں کا احترام، ان کی خاطر داری میں کیسی محیر العقول مثالیں تاریخ کے سینے پر لکھی ہیں کہ آج بھی وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں، عام معاشرے کے بوڑھوں کے ساتھ حکمران ہونے کے باوجود وہ کردار پیش کیا جو سگی اولادیں بھی بوڑھے والدین کے معاملات میں پیش نہیں کر سکتیں، اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مدفن پر کروڑوں رحمتیں نازل فرما اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور بڑوں کا احترام:

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خود اپنی زبان سے بڑوں کی عزت واحترام اور توقیر کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔

لقد كنت على عهد رسول الله ﷺ غلاماً فكنت احفظ عنه فما يمنعني من القول الا ها هنا رجالا هم أسن مني۔ ①

”میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بچہ تھا اور آپ ﷺ کی حدیث کو یاد کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جو بات کرنے میں آڑے آتی سوائے اس بات کے کہ وہاں پر مجھ سے بڑی عمر کے لوگ ہوتے یعنی جب بڑے اور بوڑھے لوگ ہوتے تو میں ان کے احترام میں کوئی بات نہ کیا کرتا تھا کہ کہیں بڑوں کے احترام کو پامال نہ کر جاؤں“۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر اپنے بڑوں کا اکرام کرتے تھے اور ان کی موجودگی میں ان کے لیے بات کرنا بھی مشکل ہوتی تھی۔

---

① صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب أین یقوم الامام من المیت: 2281:60/3

کاش آج ہمارے معاشرے کے نوجوانوں کو بھی اللہ تعالیٰ ایسی حیا داری اور خاطر داری نصیب فرما دے، آج کا معاشرہ تو جہاں اور بڑے بڑے زخموں سے چور چور ہے وہاں پر بڑوں کا احترام، بوڑھوں کی عزت کا بھی بہت بڑا فقدان ہے، نوجوان بوڑھوں کو مذاق کرتے ہیں ان کے ساتھ شرارتیں کرتے، انکھیلیاں کرتے اور گالیاں دیتے نظر آتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے عظیم اور اللہ والے لوگ تھے کہ ہر حال میں اپنے بڑوں کا احترام کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں اللہ ہم کو بھی ایسی خوبصورت عادات واطوار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمان معاشرہ اخلاق کی ان اعلیٰ مسندوں پر فائز ہوا، ایسی خوبصورت خوبیوں کے وہ پیکر بنے، بڑوں کی توقیر وعزت کو انھوں نے اپنے ماتھے کا جھومر بنایا، بوڑھوں کی خدمت کو انھوں نے اپنے سر کا تاج بنایا، عمر رسیدہ لوگوں کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کیا، زبانوں کو جنبش میں بھی نہ لا کر اپنے لیے فخر سمجھتے تھے، آخر کیوں اس کی ایک ہی وجہ تھی کہ وہ تعلیم کتاب وحکمت کے زیور سے آراستہ ہی نہ تھے بلکہ کائنات کے امام کا ایک ایک فرمان ان کے رگ وپے اور رگ وریشہ میں سرایت کر چکا تھا اور سنت نبوی طریقہ مصطفوی ان کی زندگیوں کا اہم ہی نہیں بلکہ بنیادی مقصد تھا، آج اگر ہم بھی کتاب وسنت کی تعلیم کی طرف پلٹ آئیں تو ہمارے اس خزاں رسیدہ معاشرے میں بھی بہاروں کے خوشگوار موسم آ سکتے ہیں اور خزاں اپنے بستر لپیٹ سکتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بوڑھوں کا احترام:

علم حدیث نبوی کے کوہِ گراں، باطل کے ایوانوں میں برق آسمانی کی طرح برسنے والے، زہد وورع اور تقویٰ کے خوگر، سنت نبوی کے فدائی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سیرت پر قلم اٹھانے والوں نے یہ سطور بھی رقم کی ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ بوڑھوں اور بڑوں کا کتنا احترام کیا کرتے تھے، مؤرخین نے لکھا ہے:

فکان الامام احمد رحمه الله من أشد الناس توقیرا لاخوانه ولمن هو اسن منه۔

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے دوستوں اور خاص طور پر جوان سے بڑے اور عمر رسیدہ لوگ ہوتے ان کی عزت واحترام میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے تھے“۔

اور حضرت امام مروزی رحمہ اللہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أنه جآءه ابو همام راكبا على حماره فأخذ له الامام احمد الركاب۔ ①

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ابو ہمام رحمہ اللہ تشریف لائے اور وہ اپنے گدھے پر سوار تھے، تو امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہمام رحمہ اللہ کا اس قدر اکرام واحترام کیا اور ان کی عزت وتوقیر کی اپنی جگہ سے اٹھے اور آگے بڑھ کر ابو ہمام رحمہ اللہ کی سواری کی رکاب تھام لی اور اس طرح آگے آگے چل رہے تھے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی سواری کی مہار تھام کر چلتا ہے“۔

امام احمد رحمہ اللہ باوجود اس بات کے کہ خود بھی وہ صاحب علم وفضل اور صاحب جاہ وحشمت اور عالی مقام شخصیت ہی نہ تھے، بلکہ نابغہ روزگار شخصیت اور اپنے زمانے کے وحید اور یکتا انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت اور ہمہ تن خوبیوں سے نوازا ہوا تھا اور وقت کے حکمران ان کے جوتے اٹھانے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے، اس کے باوجود خود امام صاحب بڑوں اور خاص طور پر بوڑھوں کا انتہا درجہ احترام کرتے تھے۔

اور امام مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رأيته فعل هذا بمن هو أسن منه من الشيوخ۔ ②

---

① الآداب الشرعية والمنح المرعية: 470/1

② الآداب الشرعية والمنح المرعية: 470/1

”کہ میں نے حضرت امام احمد رحمہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ اپنے سے بڑوں کا اسی طرح ہی اکرام کیا کرتے تھے اس وقت کے جتنے بھی ان سے عمر میں بڑے مشائخ اور علمائے کرام تھے امام احمد رحمہ اللہ کا ان کے ساتھ یہی سلوک ہوا کرتا تھا“۔

عزیز قارئین! سوچنے کی بات ہے اور ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اتنا بڑا وقت کا امام لیکن بڑوں کے اکرام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، آج ہمارا حال یہ ہے کہ تھوڑی سی عزت ووقار مل جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے، پوری دنیا کو ہماری ہی عزت کرنی چاہیے، ہم جس کی چاہیں پگڑی اچھال لیں، جس پر چاہیں سب وشتم کرلیں، ہماری زبانوں کی کاٹ سے نہ کوئی شیخ محفوظ، نہ کوئی عالم بچا ہے، نہ ہی ہم کسی سفید ریش اور عمر رسیدہ بوڑھے کو چھوڑتے ہیں، جو کچھ زبان پر آتا ہے ادا کرتے چلے جاتے ہیں، خدارا ہمیں اپنے حالات پر نظر ثانی کرنا ہوگی، آج اپنے بڑوں کا احترام کرنا سیکھیں کل کو آنے والی نسلیں آپ کا احترام کریں گی۔

حضرت امام طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ اور بڑوں کا احترام:

خادم حدیث نبوی، گلستان علم، کتاب وسنت کے ہونہار سپوت اور خوفِ الٰہی کو دل میں بسانے والے اللہ کے عظیم بندے حضرت امام طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ ابن سعید الاشج رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہمیں ابن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا اور وہ لیث رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

كنت امشي مع طلحه بن مصرف فقال لو كنت اسن مني بليلة ماتقدمتك۔ ①

”میں طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ کے ساتھ چل رہا تھا تو وہ مجھے فرمانے لگے اے

---

① كتاب الحدائق فی علم الحدیث: 105/3

> لیث اگر آپ مجھ سے ایک رات بھی بڑے ہوتے عمر میں زیادہ ہوتے تو میں کبھی بھی آپ سے آگے نہ بڑھتا، بلکہ آپ کے پیچھے پیچھے ہی چلتا اور آپ میرے آگے چلتے''۔

یہ اخلاق اور کردار تھا محدثین عظام کا اگر کوئی ایک رات عمر میں زیادہ ہے تو اس کی عزت وتوقیر اس قدر کیا کرتے تھے تو جو ایک سال یا کئی سال عمر میں زیادہ ہوتا وہ تو بالاولیٰ مقدم ہوتا۔

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور بڑوں کا احترام:

خادم حدیث نبوی سرخیل علم جرح وتعدیل، سرتاج المحدثین حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ بڑوں کا احترام کرنے میں بہت آگے تھے، حسن بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> كنت مع يحيي واسحاق بن راهويه يوما نعود مريضا فلما حاذينا الباب تأخر اسحاق وقال ليحيٰ تقدم انت قال يا ابا زكريا انت اكبر مني۔①

> ''میں ایک دن یحییٰ بن معین اور اسحاق بن راھویہ کے ساتھ ایک بیمار کی تیمارداری اور عیادت کرنے کے لیے جا رہا تھا تو جب ہم دروازے کے سامنے پہنچے تو حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ پیچھے ہو گئے اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو فرمایا: آپ آگے بڑھیں تو حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرمانے لگے اے ابوزکریا! آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اس لیے میں آگے نہیں بڑھوں گا، آپ آگے بڑھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اکرام میں مجھ سے کوئی کمی ہو جائے''۔

یہ محدثین عظام تھے جو اللہ کے بندے ہر موقع پر بڑوں کا احترام اور بوڑھوں کے

---

①الاداب الشرعية والمنح المرعية:269/3

ادب کو ملحوظ خاطر رکھ کر زندگی گزار گئے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین عظام جیسی زندگی گزارنے، بڑوں کے ادب واحترام کو مدنظر رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

بوڑھوں کے احترام میں قیس بن عاصم کی اپنی اولاد کو وصیت:

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، ائمہ محدثین اس کردار اور بوڑھوں اور بڑوں کے احترام کی مثالیں پڑھ کر آج تک والدین اپنے بیٹوں کو بوڑھوں کے احترام واکرام کی وصیتیں کر رہے ہیں کہ ان کی اولادیں بڑوں کا ادب واحترام اپنی زندگی کا زیور بنا لیں اور اس میں کمی نہ کریں، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں قیس بن عاصم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

أوصي بنيه حين حضرته الوفاة وصية طويلة جاء فيها:

”کہ انھوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی وفات کے وقت بلا کر بڑی طویل اور لمبی وصیت فرمائی اور اس میں یہ الفاظ کہے“۔

سودوا اکابرکم فانکم اذا سودتم اکابرکم لم یزل لابیکم فیکم خلیفة واذا سودتم اصاغرکم هان اکابرکم علی الناس وزهدوا فیکم۔ ①

”اپنے بڑوں کو اپنے سردار اور وڈیرے بناؤ، جب تم اپنے بڑوں کو سردار بناؤ گے تو تمھارے اندر ہمیشہ تمھارے باپ کا خلیفہ اور نائب موجود رہے گا اور جب تم اپنے چھوٹوں اور نوعمر لوگوں کو اپنے سردار بناؤ گے تو اس وقت تمھارے بڑے لوگوں کے سامنے ذلیل ورسوا اور ان کا وزن ہلکا پڑ جائے گا اور ساتھ

---

① الادب المفرد، ص: 319

تمھیں یہ وصیت بھی کر رہا ہوں کہ اپنے اندر زہد ورع اور تقویٰ پیدا کرو''۔

کس قدر بڑوں کی عزت و آبرو کا خیال رکھنے والے لوگ تھے کہ مرتے وقت بھی اپنی اولاد کے لیے جو بڑی سنہری بات چھوڑ کر گئے ہیں ان میں بوڑھوں کا اکرام واحترام بھی شامل ہے۔

ابراہیم بن سعد اور بڑوں کا احترام:

ہمارے سلف اور کبار علمائے کرام اور محدثین عظام اس معاملے میں انتہا درجہ سختی کرنے والے تھے، یہاں تک کہ جو آدمی بڑوں کا اکرام اور بوڑھوں کا احترام نہیں کرتا تھا محدثین اس شخص سے اپنا تعلق توڑ لیتے تھے کہ یہ بڑوں کی عزت کا محافظ نہیں، ہم کیسے اس کے ساتھ تعلق رکھیں، جیسا کہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ نے کیا تھا۔

فلقد رأى ابراهيم بن سعد شبابا قد تقدموا على المشائخ فقال ما أسوأ أدبكم لا احدثكم سنة۔ ①

''ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ نے دیکھا کہ کچھ نوجوان جو مشائخ اور بوڑھوں سے آگے بڑھ رہے تھے تو ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ فرمانے لگے تم کتنے بے ادب اور بد اخلاق لوگ ہو، میں تمھیں ایک سال تک رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان نہیں کروں گا''۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مسلم معاشرے میں بوڑھوں کے احترام و توقیر کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے خبرة، ذہانت وفطانت، ان کے تجربات اور زندگی کی حکمتوں اور دانائیوں سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے اور اسی وجہ سے حضرت امام ابو حاتم السجستانی رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام انھوں نے ''المعمرين من العرب'' عرب کے بوڑھے رکھا، اس کتاب میں انھوں نے ایک سو سے زائد عرب کے بوڑھے اور عمر رسیدہ لوگوں کی

---

① الآداب الشرعية والمنح المرعية: 3/269

اخبار جمع کی ہیں اور اس کتاب میں انھوں نے ان بوڑھوں کی زبانوں سے جو حکمتیں بیان ہوئی ہیں اور اسی طرح ان کی لمبی زندگی کے تجربات کا بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے اور ساتھ جو اشعار، کچھ قصیدے ذکر کیے ہیں اور اسی طرح جو چیزیں ان کی لمبی زندگی کے اندر آئیں ان چیزوں کو بھی وہ ضبط تحریر میں لے آئے ہیں۔

مسلمان معاشرے کی یہ طبیعت بن چکی ہے کہ وہ بوڑھوں کی عزت وتوقیر میں کوئی ساعت اور گھڑی ضائع نہیں کرتے جس وجہ سے بوڑھوں کا احترام اس معاشرے کی علامات میں سے ایک علامت بن چکا ہے اور آپ کو حدیث کی کتاب، زہد کی، توجیہات اور نصیحت کی کوئی کتاب نہیں ملے گی جس میں محدثین بوڑھوں کی عزت وتوقیر، سرداری، اکرام واحترام کے متعلق کوئی باب نہ باندھا ہو، بلکہ انھوں نے بوڑھوں کا اکرام کیسے کرنا چاہیے اس حوالہ سے کچھ قوانین وضوابط بھی وضع کیے ہیں، جیسا کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جو بھی آدمی اپنے سے بڑے اور عمر رسیدہ شخص کے ساتھ چلے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے دائیں طرف چلے جیسے دو آدمی جماعت کروائیں تو امام دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے چھوٹے کو چاہیے کہ وہ بڑے کو امام کی جگہ پر رکھے اور اگر ایک جماعت سفر کر رہی ہو تو ان کو چاہیے کہ جو آدمی ان میں سے سب سے بڑا ہے اس کو آگے کریں اور باقی سارے اس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ ①

ہمارے اکابرین اور سلف صالحین تو اس طرح اپنے سے بڑوں کا احترام کیا کرتے تھے۔

کتب احادیث کی ترتیب اور بڑوں کا احترام:

بوڑھوں اور بڑوں کے احترام والا معاملہ مسلم معاشرے میں اور خصوصا ان لوگوں کے درمیان جو اپنی زندگی کتاب وسنت کے خطوط پر گزارنا چاہتے ہیں بہت آگے نکل چکا ہے اور محدثین عظام بڑوں کے احترام کو اپنی زندگی کا وتیرہ وشعار بناتے تھے اور اپنے ہر کام

---

① الآداب الشرعية والمنح المرعية: 3/226

میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا خیال کرتے تھے حتیٰ کہ کتابت احادیث نبویہ میں بھی وہ اس امر کا خاص خیال رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں حضرت بقی بن مخلد رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت بقی بن مخلد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میں مسند بقی بن مخلد کی تالیف اور مسانید کی ترتیب لگا رہا تھا تو اس وقت میرے پاس عبیداللہ بن یحییٰ اور ان کے بھائی محمد اسحاق دونوں تشریف لائے اور آ کر مجھے فرمانے لگے:

بلغنا أنك وضعت مسنداً قدمت فيه ابا مصعب الزهری ويحيي بن بكير وأخرت ابانا۔

''ہمیں اس بات کا علم ہوا ہے کہ آپ نے ایک مسند ترتیب دی ہے اور اس میں آپ نے ابومصعب الزہری اور یحییٰ بن بکیر کی احادیث کو مقدم رکھا ہے اور ہمارے والد گرامی کی روایات کو مؤخر رکھا ہے''۔

تو حضرت بقی بن مخلد رحمہ اللہ فرمانے لگے:

أما تقديمي أبا مصعب فلقول رسول الله ﷺ قدموا قريشا ولا تقدموها۔

''جو میں نے ابومصعب کی روایات اور سند کو مقدم کیا ہے وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے کے لیے کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قریشیوں کو مقدم رکھا کرو اور ان سے آگے نہ بڑھا کرو''۔

واما تقديمي يحيي بن بكير فلقول رسول الله ﷺ كبر كبر۔

''اور حضرت امام یحییٰ بن بکیر رحمہ اللہ کی سند کو اس لیے مقدم اور پہل دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل ہو جائے جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا بڑے کو آگے کرو بڑے کو آگے کرو''۔

ایک تو سنت مصطفوی پر عمل کا ارادہ تھا کہ میں اپنے ہادی، اپنے مرشد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور پسندیدہ عمل پر کاربند رہوں اور بڑوں کا احترام وعزت بجالاؤں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ:

أنه سمع الموطا من مالك سبع عشرة مرة وأبوكما لم يسمعه الا مرة واحدة قال فخرجا ولم يعودا۔ ①

''کہ یحییٰ بن بکیر رحمہ اللہ نے امام دار الہجرہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی معروف زمانہ کتاب موطا امام مالک رحمہ اللہ کی زبان سے سترہ مرتبہ سنی ہے اور آپ کے والد گرامی نے صرف ایک ہی مرتبہ سماعت فرمائی ہے، اس لیے بھی میں نے ان کی سند کو مقدم رکھا ہے، یہ بات سن کر وہ دونوں بھائی چلے گئے اور واپس نہ پلٹے''۔

محدثین اور ائمہ عظام کتابت احادیث نبویہ اور کتابوں کی تالیف میں بھی بڑوں اور بوڑھوں کی عزت وآبرو کا خیال رکھتے اور نبی اکرم ﷺ کی پیاری احادیث پر عمل کرتے تھے۔

مسلم معاشرے میں غیر مسلم بوڑھے کا احترام:

مسلمان معاشرے میں تو بوڑھا شخص بڑے سارے افراد کے سائے تلے اپنی زندگی بڑی مزے داری سے گزارتا ہے اور بوڑھا آدمی مسلمان معاشرے میں ایسی امتیازی حیثیت پاتا ہے جو دوسرے معاشروں میں ان بوڑھے لوگوں کو ہرگز میسر نہیں آتی اور پھر یہ نہیں کہ یہ رعایت واہتمام صرف اور صرف مسلمان بوڑھوں کے لیے ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ غیر مسلم بوڑھوں کے ساتھ بھی اسلام نے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور جب تک وہ مسلمانوں کے درمیان زندگی گزار رہا ہے اس وقت تک تو اس کی اور زیادہ عزت کی

---

① سیر اعلام النبلاء: 288/13

جائے گی اور ساتھ ساتھ اس کو رعایت بھی دی جائے گی جیسا کہ تاریخ کے سنہری حروف سے یہ کردار ثابت ہے اور اگر تاریخ کے صفحات کو پلٹ کر دیکھا جائے تو ایسی بڑی ساری مثالیں ملیں گی کہ جہاں پر غیر مسلم بوڑھوں کا بھی احترام کیا گیا ہے، جیسا کہ خلیفہ راشد امام عدل وانصاف پروانہ نبوت سیدنا ومولانا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ایک بوڑھے یہودی کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا کہ قیامت کے درودیوار تک اس کی مثال پیش کی جائے گی۔

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب ''الخراج'' میں نقل کیا ہے۔

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے کسی آدمی کے دروازے کے پاس سے گزرے اور وہاں اس دروازے پر ایک سائل سوال کر رہا تھا، دروازے پر صدا لگا رہا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ انتہائی بوڑھا اور آنکھوں سے نابینا تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے اس کے کندھے پر بڑی محبت کے ساتھ ہاتھ رکھا اور فرمانے لگے:

من ای اهل الكتاب انت؟ قال یهودی قال فما الجأك الی ما أری؟ قال أسأل الجزیة والحاجة والسن۔

''آپ کون سے اہل کتاب میں سے ہیں؟ تو اس بوڑھے نے کہا: میں یہودیوں میں سے ہوں تو پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے آپ کی جو کیفیت میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک بھکاری بن کر ذلیل ورسوا ہو کر زندگی کے ایام پورے کر رہے ہیں آپ کو کون سی چیز نے اس قدر مجبور ولاچار اور بےبس کیا ہوا ہے؟ تو اس بوڑھے نے آگے سے جواب دیا کہ ایک تو میں مسلمانوں کی سرزمین پر گزر بسر کر رہا ہوں تو وہاں پر مجھے جزیہ دینا پڑتا ہے اس کے لیے سوال کرتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ میری کچھ ذاتی حاجات وضروریات بھی ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے دست دراز کرتا ہوں اور میری

عمر بوڑھی ہو چکی ہے، میرے قویٰ کمزور پڑ چکے ہیں، ہڈیاں وھن اور کمزوری کا شکار ہو چکی ہیں، کچھ کمانے کے قابل میں نہیں رہا، اس لیے بھیک مانگ کر زندگی کے ایام گزار رہا ہوں‘‘۔

تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس بوڑھے آدمی کی خستہ حالت اور ستم رسیدگی پر بڑا سخت افسوس اور دکھ ہوا، اس غم اور پریشانی کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ نے اس بوڑھے شخص کے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے گھر کی طرف چل دیے۔

فرضخ له من المنزل بشيء ثم ارسل الى خازن بيت المال فقال انظر هذا وضرباءه فو الله ما انصفناه اذا اكلنا شبيبة ثم نخذله عند الهرم۔

’’اور گھر پہنچ کر اس کی خاطر داری کی جو کچھ میسر آیا وہ اس کی خدمت بھی کی اور کچھ اپنے گھر سے اسے عطا بھی کیا، اس کے بعد بیت المال کے خازن کی طرف پیغام بھیجا اور آرڈر جاری فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کو دیکھو اور اس کے ہم عمر، ایسے ہی لاغر، پریشان حال دیگر جتنے بھی ہماری رعایا میں بوڑھے ہیں ان کے لیے بیت المال سے خصوصی تعاون کرتے ہوئے وظیفے مقرر کر دو اور ساتھ ہی امیر المومنین نے محبت و ہمدردی سے معمور تاریخی الفاظ کہے تھے جو آج بھی تاریخ کے سینے پر سنہری حروف سے لکھے ہوئے ہیں اور وہ الفاظ یہ تھے کہ اللہ کی قسم! ہم نے ان بوڑھوں اور عمر رسیدہ لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف اور ہمدردی والا معاملہ نہیں کیا، ان کی جوانی کے قیمتی ترین لمحات اور گھڑیاں جو ان کی زندگی میں موسم بہار بن کر آئیں وہ ہم نے صرف کر لیے اور ان کی جوانی کو ہم نے کھا لیا ہے اور اب ہم اس کو ذلیل کر رہے ہیں اور ساتھ فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينَ﴾۔

”یقیناً صدقات فقراء اور مساکین کا حق ہیں، پس فقراء مسلمان ہیں اور مساکین اہل کتاب میں سے ہیں“۔

اور پھر امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قانون جاری کر دیا کہ آج کے بعد بوڑھے یہودیوں سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا اور رعایا کے تمام بوڑھوں کی تمام تر ضروریات وحاجات کی ذمہ داری ہماری ہے۔

ووضع عنه الجزية وعن ضرباءه۔ ①

”اس بوڑھے یہودی سے جزیہ ختم کر دیا گیا اور دیگر جو بوڑھے تھے جو اس کے ہم مثل تھے ان کو بھی جزیہ اور ٹیکس وغیرہ معاف کر دیا“۔

عزیز قارئین! آج ہم اپنے بوڑھے والدین اور دیگر معاشرے میں جو بوڑھے ہیں ان کی قدر دانی اس طرح نہیں کرتے جس طرح ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کے فرمانروا نے غیر مسلم یہودی بوڑھے شخص کی قدردانی کی ہے، کاش آج ہم میں بھی وہ جذبہ بیدار ہو جائے، ہمارے دلوں میں بھی وہ احساس پیدا ہو جائے، ہمارے قلب وجگر میں وہ ہمدردی ڈیرے ڈال لے جو ہمدردی وغمخواری اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور آپ کے ساتھیوں کے دلوں میں ڈالی ہوئی تھی۔

اور امیر المومنین نے قیامت تک آنے والی یہودیت کے لیے یہ مثال رقم کر دی ہے کہ اسلام کا نظام ظالمانہ اور جارحانہ نہیں، بلکہ اسلام کا نظام زندگی واقعتاً ہمدردی اور حسن سلوک کا درس دیتا ہے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بوڑھوں کا احترام:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس ذمہ داری کو اٹھایا

---

① کتاب الخراج، ابو یوسف، ص: 259

اور پھر بڑے احسن طریقے سے سرانجام دی، اپنے دور میں بوڑھوں کا انتہائی زیادہ خیال رکھا کرتے اور معاشرے میں بوڑھوں کے حقوق کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے، حتی کہ غیر مسلم بوڑھوں کا خیال رکھنا، ان کی ضروریات وحاجات کا خیال رکھنا اور انہیں ہر طرح کی سہولیات میسر کرنا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری لگائی ہوئی تھی، جب آپ نے اہل حیرہ سے مصالحت کی تو اس وقت اس صلح میں جو الفاظ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمائے تھے آج بھی وہ الفاظ تاریخ اسلام کا سنہری باب بن کر چمک دمک رہے ہیں، آپ نے فرمایا:

وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل أو اصابته آفة من الآفات أو كان غنيا فافتقر وصار اهل دينه يتصدقون عليه۔ ①

”اہل حیرہ کا جو بھی بوڑھا شخص کام کاج کرنے سے قاصر اور عاری ہے یا اس کو آفات میں سے کوئی آفت پہنچی ہے، یا کوئی ایسا شخص جو غنی اور مال دار تھا اور وہ فقیر وتنگدست ہو گیا اور اس کے دین والے اس پر صدقہ کرتے ہیں“۔

میں نے ان کا جزیہ ختم کر دیا ہے اور ان کی عیالداری، ان کے خرچہ اخراجات، ضروریات وحاجات بیت المال سے پوری کی جائیں گی۔

اسی طرح سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بوڑھوں کے لیے اہتمام کیا اور ان کے لیے سہولیات مہیا کیں۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بوڑھوں کے لیے رعایات:

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی ان اصحاب نبوی تلامذہ پیغمبر کے نقوش پر چلتے رہے اور معاشرے میں بوڑھوں اور کمزور لوگوں کا خاص خیال کیا کرتے تھے اور ان مبارک لوگوں کے قافلہ کے راہ رو ہوتے رہے۔

---

① کتاب الخراج، ص: 290

آپ نے اپنے ایک عامل عدی بن ارطاۃ ؓ کی طرف ایک بڑا لمبا اور طویل رسالہ لکھا جس رسالے کے کچھ الفاظ اس طرح تھے:

وانظر من قبلك من اهل الذمة من قد كبرت سنه وضعفت قوته وولت عنه المكاسب فاجر عليه من بيت مال المسلمين ما يصلحه۔ ①

”اے عدی بن ارطاۃ! آپ دیکھیے جو لوگ آپ کے پاس اس علاقہ میں ذمی ہیں جزیہ دے کر یہاں پر زندگی گزار رہے ہیں ان میں سے جن لوگوں کی عمر بوڑھی ہو چکی ہے اور ان کے قویٰ اور ہمتیں ماند پڑ چکی ہیں، عالم شباب سے عالم پیری کا رخ اختیار کر چکے ہیں، ان کے لیے کام کاج کرنا، محنت ومزدوری کرنا دشوار اور ناممکن ہو چکا ہے، ان کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کر دیں اور اتنا وظیفہ مقرر کریں جس سے ان کی تمام تر حاجات وضروریات پوری ہو جائیں اور ان کو کوئی پریشانی نہ ہو“۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز ؒ نے اس قدر زیادہ بوڑھوں کا خیال رکھا اور ان کی حاجات وضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

اور قاضی ابو یوسف ؒ نے اپنی معروف کتاب الخراج میں ادلۃ وبراہین کی روشنی میں یہ بات ثابت کی ہے کہ:

أن الجزية لا تؤخذ من الشيخ الكبير الذى لا يستطيع العمل ولا شيء له۔ ②

”جزیہ ایسے شخص سے قطعاً وصول نہیں کیا جائے گا جو بڑھاپے میں پہنچ چکا ہے

---

① الاموال، ص: 121 ابو عبید قاسم بن سلام

② کتاب الخراج، ص: 254

اور اس کے پاس کمانے اور محنت ومشقت کرنے کی کوئی قوت اور طاقت نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ٹیکس وغیرہ لاگو ہوگا''۔

شریعت اسلامیہ نے کس قدر بوڑھوں کا خیال رکھا ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم عمر رسیدہ اور بوڑھوں کا خاص خیال رکھیں اور بوڑھوں کی خدمت، خاطر داری اور تواضع کے لیے ایسی صورتیں تشکیل دیں کہ جن صورتوں میں ہم ان محتاج اور بوڑھوں کا خاص خیال رکھ سکیں جو اپنی زندگی کے ایام بڑے دشوار گزارنے پر مجبور ہیں، فٹ پاتھوں پر ان کی راتیں گزرتی ہیں، در در کے بھکاری بن کر انھیں روٹی کے چند ٹکڑے میسر آتے ہیں اور یوں بھی ہوتا ہے کہ زیب تن کیے ہوئے کپڑے بھی پھٹے ہیں، ٹھٹھرتی سردی میں بستر کے بغیر مختلف پارکوں اور دکانوں کے سامنے راتیں بڑی مشکل سے گزارتے ہیں، بنیادی طور پر تو ان کے خاندان اور قبیلہ والے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور اگر ایسے لوگ نہیں ہیں، معاشرتی حوالہ سے اور حکومتی سطح پر ایسے اداروں کا انعقاد ہونا چاہیے جو ادارے ایسے بوڑھوں اور محتاجوں کا آسرا اور سہارا بن سکیں۔

اور اگر کوئی خاندان اپنے بوڑھوں کی خاطر داری اور تواضع کرتا ہے تو یقیناً یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اگر ایسا نہ ہو تو پھر معاشرتی طور پر لوگ مل جل کر ان کی پریشانیوں کا مداوا کریں اور ان کے دکھوں کا مرہم بنیں تو ان شاء اللہ اگر ہم میں سے ہر فرد یہ عزم وارادہ کر لے کہ میں نے ایک ایسے بوڑھے بندے کی خاطر داری اور خیال رکھنا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں تو ایسا کرنے سے یہ انقلاب آ سکتا ہے کہ ہمارا ہر بوڑھا شخص عزت وتوقیر کی زندگی گزار سکتا ہے۔

عزیز قارئین! مذکورہ صفحات میں آپ نے اسلام میں بوڑھوں کی عظمت کے حوالے سے پڑھا ہے تو یہ ساری تعلیمات محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسلام نے بوڑھوں کو کتنی عظمت ومقام سے نوازا ہے۔

غیر مسلم معاشرے اور بوڑھوں پر ستم:

آپ دنیا میں ایسے معاشرے بھی پائیں گے جہاں پر بوڑھے لوگ انتہائی ردی ترین زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور معاشرے کے لوگ ان پر ظلم واستبداد کی چکیاں پیستے ہیں، آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ افلاطون جو آج بھی ریفارمر اور فلسفی اور عقل مند شخص سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس کی مثالیں پیش کرتے ہیں، اس کے الفاظ ہیں:

أن العناية يجب ان توجه الى اصحاب الأجسام السرية والعقول القوية واما ما عداهم فيهملون ليكون نصيبهم الموت۔ ①

”یقیناً جو لوگ مضبوط اور درست جسموں کے مالک ہیں اور مضبوط عقل ودانش والے ہیں ان کے لیے ہر طرح کے اہتمام کرنے کے لیے ان کی صحت درست ہے اور ان کی طرف توجہ رکھنا واجب ہے اور جو ان کے علاوہ ہیں مثلاً بوڑھے، محتاج ہیں، لاغر اور اپاہج قسم کے لوگوں کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے، ان کو ایسے ہی بے یارومددگار چھوڑ دینا چاہیے، تاکہ ان کا نصیب اور مقدر موت بن جائے اور وہ جلد از جلد لقمہ اجل بن جائیں“۔

اور اسی طرح فرانس کے سابق صدر کے ایک مشیر نے لوگوں کو ایک موقع پر کہا تھا اور خاص طور پر ہسپتالوں کے ڈاکٹرز اور عملہ سے یہ بات کہی تھی کہ جتنے بوڑھے لوگ ہیں ان کے علاج معالجہ پر ہمتیں صرف نہ کی جائیں اور نہ ہی ان کے علاج معالجہ پر روپیہ پیسہ اور وقت ضائع کیا جائے، تاکہ ان کی موت جلدی آ جائے، چونکہ اب معاشرے کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہی نہیں رہی، معاشرے کو صحت مند اور توانا لوگوں کی ضرورت ہے۔

اور اسی طرح ڈنمارک کے ہسپتالوں میں بوڑھوں کو اتنی جلدی داخل نہیں کرتے، اس

---

① المعوق المجتمع فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:62

لیے کہ علاج و معالجہ کی ان لوگوں کو ضرورت ہے جو لوگ معاشرے اور ملک میں کمانے اور فائدہ پہنچانے کے قابل ہیں، ان بوڑھوں کو ایسے ہی دیر تک ہسپتالوں میں رکھ کر وقت ضائع کریں، کیونکہ ان کے نزدیک انسان کی ذات کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اس کے وقت و طاقت اور کام کاج کی قدر و قیمت ہے اور ان کے نزدیک انسان کی کیفیت ایک آلے کی ہے کہ جب تک وہ کام کرتا ہے اس وقت تک اس کی قدر ہے جب وہ کام کرنا چھوڑ گیا وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔①

…………*

---

① مجلۃ المجلۃ، نمبر: 748، 1999-6-18، ص: 46

پانچواں باب:

مسلمان لشکروں کی طرف سے جنگوں میں بوڑھوں کا خیال

دنیا کو کیا معلوم ہے کہ جنگی اصول وضوابط کیا ہیں، جنگ کے آداب اور اصول ساڑھے چودہ سو سال قبل محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے رکھے، آج دنیا کو امن وامان کا درس دینے والا امریکہ اور لوگوں کو جنگی اصول بتلانے والا خود خونخوار درندہ بن چکا ہے، کتنی ایسی جنگیں ہیں جہاں پر بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کے اوپر بم گرائے گئے، فائر کیے گئے، انھیں مارا پیٹا اور روندا گیا، زخمیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔

دیکھیے افغانستان کی جنگ میں، عراق کی جنگ میں، اسی طرح آج شام میں کتنے بوڑھے موت کی نیند سلا دیے گئے، کتنے بچے پھولوں کی مانند ماؤں کی آغوشوں سے چھین لیے گئے، کتنے ایسے بچے ہیں جنھیں ماں کی ممتا سے محروم کر دیا گیا ہے۔

یہ آج دنیا میں آداب حرب اور جنگی اصول ہیں۔

ساڑھے چودہ سو سال قبل ریگزار عرب پر اللہ کی رحمت بن کر آنے والے رسول جناب محمد کریم ﷺ کی زبان سے اسلام کے جنگی اصول وضوابط پڑھیے، آپ ﷺ جب بھی کوئی لشکر لڑائی کے لیے ترتیب دیتے تو آپ اس لشکر کو خاص طور پر کچھ پند ونصائح فرماتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے جانشین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفائے راشدین بھی آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے جنگی دستوں کو نصیحتیں فرماتے جو نصائح مختلف پہلوؤں اور جوانب پر مشتمل ہوتیں جن میں ایک پہلو یہ بھی ہوتا تھا کہ بوڑھوں کی عزت وتوقیر کا خیال رکھنا ہے، ان کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے انھیں ایذاء تک بھی

نہیں پہنچنی چاہیے۔

جیسا کہ حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ سیدنا سلیمان بن بریدہ سے اور وہ اپنے باپ بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں:

> کان رسول اللہ ﷺ اذا بعث جیشا أو سریة دعا صاحبھم فأمرہ بتقوی اللہ وبمن معہ من المسلمین خیرا ثم قال: «اغزوا بسم اللہ، وفی سبیل اللہ، قاتلوا من کفر باللہ لا تغلوا وتغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا ولا شیخا کبیرا۔ ①

”نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ جب کوئی لشکر یا سریہ دشمن کے خلاف برسر پیکار ہونے کے لیے بھیجتے تو اس وقت آپ لشکر کے امیر کو بلاتے اور اسے نصائح فرماتے تھے اسے تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی کا درس دیتے اور پھر آپ فرماتے اللہ کا نام لے کر جنگ شروع کرنی ہے اور اللہ کے راستے میں لڑنا ہے اور اللہ کا انکار اور رب کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو، انھیں قتل کرو، خیانت اور دھوکہ دہی نہ کرنا کسی کا مثلہ نہ کرنا، کسی بچے کو قتل مت کرنا اور نہ ہی کسی بوڑھے کو قتل کرنا ہے“۔

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالی شان سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی اور آپ ﷺ نے فقط ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہی نہیں کیا، بلکہ آپ کی زبانِ نبوت سے صادر ہونے والے الفاظ ہیں راوی بیان کرتے ہیں:

> کان رسول اللہ ﷺ إذا بعث جیشا۔

یہ الفاظ تکرار پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ جب بھی لشکر بھیجتے تو یہ نصیحت فرماتے کہ

---

① المعجم الاوسط: 255/2

بوڑھوں کا خیال رکھنا ہے۔

اور حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ سنن میں روایت لائے ہیں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشیعا لأھل مؤتة حتی بلغ ثنیة الوداع فوقف ووقفوا حولہ فقال اغزوا باسم اللہ فقاتلوا عدو اللہ وعدوکم بالشام وستجدون فیھم رجالا فی الصوامع معتزلین من الناس فلا تعرضوا لھم وستجدون آخرین للشیطان فی رؤوسھم مفاحص فافلقوھا بالسیوف ولا تقتلوا امرأۃ ولا صغیرا ضرعا ولا کبیرا فانیا ولا تقطعن شجرۃ ولا تعقرن نخلا ولا تھدموا بیتا۔ ①

”نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ جب اہل موتہ سے نبرد آزما ہونے کے لیے نکلے حتی کہ آپ ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں پر پہنچے تو وہاں پر آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ کے صحابہ آپ کے آس پاس کھڑے ہو گئے اور وہاں پر آپ نے صحابہ کو نصیحت فرمائی کہ لڑائی اللہ کا نام لے کر شروع کرنی ہے، اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے لڑو، کسی عورت کو قتل مت کرو، نہ ہی چھوٹے بچوں کو مارنا ہے اور نہ ہی بوڑھے لوگوں پر ہاتھ اٹھانا ہے، کوئی درخت کاٹنا ہے نہ ہی کسی کھجور کو اکھیڑنا اور نہ ہی کوئی گھر منہدم کرنا ہے“۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فقط وصیت پر ہی اکتفا نہیں کیا اور نہ ہی اس بات کو کافی سمجھا ہے کہ میں نے لوگوں کو بوڑھوں کو قتل کرنے سے روک دیا ہے، بلکہ قتل کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بڑی سخت ڈانٹ پلائی ہے جیسا کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

① السنن الکبری: 154/9

أنه سمع رسول اللهﷺ يقول: «مَنْ قَتَلَ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا أَوْ احْرَقَ نَخْلًا اَوْ قَطَعَ شَجَرَةً مُثْمِرَةً أَوْ ذَبَحَ شَاةً لِاهَابِهَا لَمْ يَرْجِعْ كَفَافًا»۔ ①

''انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے جس نے چھوٹے بچے کو جنگ میں قتل کیا یا کسی بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص یا کسی کھجور کو جلایا، یا پھل دینے والے درخت کو کاٹا یا کھال حاصل کرنے کے لیے کسی بکری کو ذبح کیا وہ شخص سلامت واپس نہیں لوٹے گا''۔

اور یہ حدیث رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے اس فرمان کے منافی اور مخالف نہیں جس کو حضرت امام ابو داود رحمہ اللہ نے سنن أبی داود میں نقل کیا ہے جسے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَحْيُوْا اَشْرَافَهُمْ». وفی لفظ: «وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَهُمْ»۔ ②

''مشرکین کے بڑوں کو قتل کرو اور ان کے معزز لوگوں کو زندہ چھوڑ دو'' اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ''اور چھوٹوں کو رہنے دو''۔

اور شرخ اس بچے کو کہتے ہیں جس کے زیر ناف بال ابھی نہ اُگے ہوں اور اس حدیث میں جو مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کرنے کے متعلق فرمایا ہے اس کو اس بات پر محمول کریں گے کہ وہ ادھیڑ عمر شخص جو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی قوت و طاقت رکھتا ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور جو مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کی رائے سے کوئی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تو ایسے بورھوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ قتل سے منع کرنے

---

① مسند احمد: 22422:276/5

② سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في سكنى الشام: 2672:7/3

والی حدیث کو جمہور فقہاء کے نزدیک اسی پر ہی محمول کیا جائے گا۔①

خلفاء اربعہ اور بوڑھوں کے حوالہ سے مجاہدین اسلام کو نصائح:

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی بوڑھوں کی عزت و توقیر کے حوالے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی اقتدا اور پیروی کی ہے اور مجاہدین اسلام اور اسلامی فوجوں کو یہ آرڈر تھا کہ کسی بھی بوڑھے شخص کو مارنا، قتل کرنا تو درکنار اس کو کوئی تکلیف تک بھی نہیں پہنچانی، جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف بھیجا، نبی اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل و تکمیل کے لیے تو بھیجتے ہوئے چند نصیحتیں فرمائیں، جنھیں امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے الکامل میں نقل فرمایا ہے:

> یا ایها الناس قفوا اوصیکم بعشر فاحفظوها عنی: لا تخونوا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلاً صغیرا ولا شیخا کبیرا ولا امرأة۔②

> ”اے لوگو! ٹھہر جاؤ میں تمھیں دس وصیتیں کرنا چاہتا ہوں، انھیں اچھی طرح یاد کرو اور اپنے پاس محفوظ کر لو، خیانت نہ کرنا، چوری نہ کرنا، کسی میت کا مثلہ نہ کرنا، کسی چھوٹے بچے کو مت قتل کرنا، کسی بوڑھے شخص کو اور کسی عورت کو بھی قتل نہ کرنا“۔

یہ نصائح ہیں جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُسامہ بن زید اور دوسرے لشکر کو کیں جن میں ایک یہ تھی کہ کسی بھی بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کو قتل نہیں کرنا۔

اور یہ نہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف اسی غزوے پر نصیحت کر کے اسے ہی کافی سمجھا ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں آپ جب بھی کوئی لشکر بھیجتے تو اس وقت ہی یہ الفاظ کہتے

---

① اوجز المسالک الی مؤطا مالک: 231/8

② الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: 227/2

تھے کہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، بوڑھوں کو ایذاء اور تکلیف نہ دینا، بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، جیسا کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ مؤطا میں رقم طراز ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کے علاقے کی طرف کچھ لشکر اور فوجی دستے ارسال کیے اور ان جتھوں میں سے ایک جتھے کے امیر یزید بن ابی سفیان تھے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نکلے اور ساتھ آپ نے انھیں فرمایا:

انی موصیك بعشر لا تقل امرأة ولا صبیا ولا كبیرا هرما وتقطعن شجرا مثمرا وتخربنّ عامرا۔ ①

”میں آپ کو دس چیزوں کی وصیت کر رہا ہوں، کسی عورت، کسی بچے کو اور نہ ہی کسی بوڑھے کو قتل کرنا اور اسی طرح نہ کوئی درخت کاٹنا اور نہ ہی کسی گھر اور بنی ہوئی بلڈنگ کو خراب اور منہدم کرنا“۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قائد لشکر کو بوڑھوں کے متعلق نصیحت:

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسی طریقہ کار پر چلتے رہے اور بوڑھوں کی عزت وآبرو کے حوالے سے اسی موقف پر ہی کاربند رہے جس پر اللہ کے رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کاربند تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جنگی دستہ ترتیب دیا اور اس لشکر اسلام کے قائد اور کمانڈر کو وصیت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

لا تقتلوا هرما ولا امرأة ولا ولیداً وتوقوا قتلهم اذا التقى الزحكان۔ ②

”کسی بھی بوڑھے آدمی اور عورت اور اسی طرح کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا

---

① مؤطا امام مالك، سنن الكبرى

② خطب امیر المؤمنین عمر، ص: 122

جب دونوں لشکروں کے درمیان مڈبھیڑ اور لڑائی ہوئی تو تب بھی ان مذکورہ لوگوں کا خیال رکھنا اور انھیں قتل نہ کرنا"۔

عزیز قارئین! یہ تو ان بوڑھوں کے متعلق ہے جو غیر مسلم ہیں شریعت اسلامیہ نے غیر مسلم بوڑھوں کا اتنا خیال کیا ہے تو مسلمان بوڑھا جس کو بڑھاپا ملا ہی دین اسلام پر ہے، جو پانچ وقت نماز ادا کرنے والا ہو، اللہ کی تسبیحات وتقدیسات اور ذکر واذکار سے اپنی زبان کو تر رکھنے والا ہو، اللہ کی حدود وقیود کا پابند اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہا، اس کا اللہ کے ہاں کتنا بلند وبالا مقام ومرتبہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العزت ہمیں اپنے بوڑھوں کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

…………*

چھٹا باب:

بعض شرعی احکام میں بوڑھوں کے لیے آسانیاں

شریعت اسلامیہ کا یہ میزہ اور شعار ہے کہ یہ دین اپنے ماننے والوں کے لیے آسانیاں اور سہولتیں میسر کرتا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے اپنی محکم اور لاریب کتاب میں بڑے واشگاف الفاظ میں واضح کیا ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ۔①

"اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا"۔

یہ بات مسلم اور ٹھوس حقیقت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی جان کو اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، یہ تو عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ بوڑھے اور کمزور لوگوں پر بوجھ نہیں ڈالتے، اسی فقہی قاعدے اور اصول پر چلتے ہوئے:

المشقة تجلب التيسير۔

"مشقت آسانی اور سہولت کو کھینچ کر لے آتی ہے"۔

دین اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس دین نے کمزوروں لاچاروں اور بوڑھوں کے لیے احکامات کے نفاذ میں بہت ساری رعایات رکھی ہیں اور ان کے لیے خاص طور پر آسانی درگزر کرنے والے احکام مرتب کیے ہیں جو ان کی حالت کے لیے درست ہوں اور ان پر بوجھ اور مشقت بھی نہ ہو

---

① سورة البقرة:185

اور عبادات میں ہم ان کے لیے خاص طور پر جو احکامات میں آسانیاں پاتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں جو کہ ہم بڑے ہی اختصار سے قارئین کے پیش خدمت کر رہے ہیں:

بوڑھوں کے لیے فریضہ حج میں آسانی:

فریضہ حج دین اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے جس کی ادائیگی ایک صاحب استطاعت شخص پر فرض ہے، لیکن وہ شخص جو بڑھاپے اور عالم پیری کی وجہ اس کی ادائیگی کی سکت اور طاقت نہیں رکھتا، اس کے لیے یہ رخصت اور آسانی دی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص حج کے ارکان کو ادا کرے اور جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس بوڑھے شخص کو حج کا اجر اور ثواب عطا فرمائے گا، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

> جاءت امرأة من خثعم عام حجة الوداع قالت یارسول اللہ...
>
> قال نعم۔ ①

> ”حجۃ الوداع والے سال خثعم قبیلے کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر عرض کرتی ہے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی طرف سے بندوں پر جو حج کا فریضہ ہے، وہ میرے باپ پر عائد ہے، جب کہ میرے والد گرامی انتہائی بوڑھے شخص ہیں وہ تو اتنی بھی استطاعت اور طاقت بھی نہیں رکھتے کہ وہ سواری پر سیدھے اور درست ہو کر بیٹھ ہی جائیں تو کیا اگر میں اپنے باپ کی طرف سے حج کروں تو وہ میرے والد کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہو جائے گی“۔

اور یہ رخصت خاص طور پر ایسے شخص کے لیے جو بوڑھا اور عمر رسیدہ ہے، جب کہ

---

① صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلة:1755

بچوں اور جوانوں کے لیے یہ رخصت نہیں ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے بوڑھے شخص کا اکرام کرتے ہوئے فریضہ حج میں اسے رخصت اور آسانی مہیا فرمائی ہے۔

بوڑھا شخص اور رمضان المبارک کے روزے:

رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر شخص پر فرض ہے اور یہ بھی اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے، لیکن ایک مسلمان بوڑھے شخص کی اللہ کے نزدیک عزت واحترام اور توقیر کا عالم یہ ہے کہ اس مالک کائنات نے بوڑھے شخص کے لیے بھی رخصت رکھی ہوئی ہے کہ جب وہ عاجز آ جائے روزہ نہ نبھا سکے تو وہ کسی اور کو روزہ رکھوا دے، اللہ تعالیٰ اسے رمضان کے روزوں کا اجر اور ثواب عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٨٣ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١٨٤﴾ ①

"مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں

---

① سورۃ البقرۃ:184.183

بہتر ہے“۔

حضرت امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نزلت هذه الاية فى الشيخ الكبير الذى لا يطيق الصوم ثم ضعف فرخص له ان يطعم مكان كل يوم مسكينا۔ ①

”یہ آیت کریمہ اس بوڑھے شخص کے لیے نازل ہوئی ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت اور طاقت نہیں رکھتا اور پھر وہ بہت زیادہ کمزور بھی ہے، تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ ہر روز کسی مسکین کو کھانا کھلا دے“۔

• اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ بوڑھا شخص جب روزہ رکھنے کی استطاعت اور طاقت نہ رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ افطار کر لے اور ہر روز کسی کو کھانا کھلا دے۔

فقد أفطر انس رضي الله عنه بعد ما كبر عاما وعامين وأطعم عن كل يوم مسكينا خبزا ولحما۔ ②

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ افطار کر لیا تھا جب بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے اس کے ایک سال بعد یا دو سال بعد تک ہر روز وہ ایک مسکین کو روٹی کھلاتے اور گوشت کھلاتے تھے“۔

ائمہ مساجد کو بوڑھوں کا خیال رکھنے کی خصوصی نصیحت:

نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ مساجد کو خصوصی طور پر بوڑھوں کا خیال رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے اور نماز کو مختصر رکھنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

① تفسیر ابن کثیر: 215/1

② صحیح بخاری: 6638/4

بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اذا صلي احدكم للناس فليخفف فان فيهم الضعيف والسقيم والكبير واذا صلي احدكم لنفس فليطول ماشاء»۔ ①

”جب تم میں سے کوئی ایک شخص لوگوں کی جماعت کروائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز کو مختصر اور ہلکا کرے، کیونکہ جو لوگ اس کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور جب اکیلا نماز ادا کرے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے“۔

شریعت اسلامیہ نے اس عظیم عبادت میں بھی بوڑھوں کا خیال رکھتے ہوئے اسے مختصر کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اور اسی طرح جب نماز کے لیے امام مقرر کرنا ہو تو اس وقت بھی جو عمر میں بڑا ہو گا اسے مقدم کیا جائے گا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قرأت کرنے میں دونوں برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہے وہ جماعت کروائے گا، جیسا کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أتيت النبي ﷺ انا وصاحب لي فلما اردنا الا قفال من عنده قال لنا:

«اِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا»۔ ②

”میں نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں اور میرے ساتھ میرا ایک دوست تھا تو جب ہم نے واپس پلٹنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہنا، پھر اقامت کہنا اور امامت اور جماعت تم میں سے وہ شخص کروائے جو تم میں سے بڑی عمر کا ہے“۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الجماعة والامامة: 671:248/1

② صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالامامة: 1570:134/2

اس عظیم ذمہ داری میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بوڑھوں اور بڑوں کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، بلکہ قیامت تک کے لیے قانون اور ضابطہ بنا دیا ہے کہ جب تم امام مقرر کرو تو عمر میں زیادہ کو مقدم اور ترجیح دینی ہے، اس طرح عبادات میں بھی اسلام نے بوڑھوں اور بڑوں کو عظمت اور رفعت و بلندی سے نوازا ہے۔

روزہ کی حالت میں بوڑھے شخص کو بوسہ کی اجازت ورخصت:

اسلام نے بوڑھے شخص کو روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے کی اجازت اور رخصت عطا کی ہے، اس کے برعکس جوان آدمی کو روک دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

> كنا عند النبي ﷺ فجاء شاب فقال يا رسول الله أقبل ونا صائم قال: «لَا » فجاء شيخ فقال: اقبل وأنا صائم؟ قال: «نَعَمْ» قال فنظر بعض الى بعض فقال رسول الله ﷺ: «قَدْ عَلِمْتُ لِمَ نَظَرَ بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ إِنَّ الشَّيْخَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ». ①

> ”ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور آ کر عرض کرتا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار کرسکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آپ کو اجازت نہیں ہے، تو اسی اثناء میں ایک بوڑھا شخص آ گیا تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا میں روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں، تو آپ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے

---

① مسند احمد: 2/185: 6739

معلوم ہے کہ آپ لوگ ایک دوسرے کی طرف جو حیرت سے دیکھ رہے ہیں، اس بوڑھے شخص کو میں نے اجازت اس لیے دی ہے کہ وہ اپنے نفس پر قابو پانے کی قدرت رکھتا ہے''۔

اور اسی طرح سنن ابی داود کی حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو بیان فرماتے ہیں:

أن رجلا سأل النبي ﷺ عن المباشرة للصائم فرخص له وأتاه آخر فسأله فنهاه فاذا الذى رخص له شيخ والذى نهاه شباب۔ ①

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا روزے دار کے لیے بیوی سے مباشرت کی اجازت ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آپ نے اسے منع کر دیا اور جس کو آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے منع کیا تھا وہ جوان آدمی تھا''۔

اور موطا امام مالک میں ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ روزے دار کو بوسہ وغیرہ لینے کی اجازت ہے تو آپ نے فرمایا: بوڑھے شخص کو اجازت ہے لیکن جوان آدمی کو اجازت نہیں دی۔ ②

یعنی اسلام نے بوڑھے شخص کے ساتھ ہر طرح کی نرمی ہی روا رکھی ہے اس قدر شریعت اسلامیہ نے بوڑھوں کا خیال بھی رکھا ہے اور انھیں عزت و آبرو سے بھی نوازا ہے۔

---

① سنن أبي داود، كتاب الصوم، باب كراهيته للشاب: 2/285: 2389

② مؤطا امام مالك، كتاب الصيام، باب في التشديد في القبلة للصائم: 3/419: 1028

بوڑھی عورت کے لیے ترکِ حجاب کی رخصت:

جوان عورت پر پردہ اور شرعی حجاب فرض ہے، شارع نے عورت کو پردہ کی پابندی کرنے پر بڑی سختی سنائی ہے، جب کہ یہی پردہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورت پر نرم کر دیا ہے اور اسے اس رخصت سے نواز دیا کہ اگر وہ پردہ نہ کرے تو اس سے کوئی باز پرس نہیں ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ ①

”اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی، اور وہ کپڑے اتار کر سر ننگا کرلیا کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اپنی زینت کی چیزیں نہ ظاہر کریں۔ اور اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور اللہ سنتا اور جانتا ہے“۔

مفسرین اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورت کو ترک حجاب کی رخصت عنایت فرمائی ہے، یعنی اپنے جسم کے ظاہری اعضاء مثلاً ہاتھ، چہرہ، پاؤں وغیرہ سے پردہ اتار سکتی ہے، نہ کہ اسے اپنے جسم کو اور اپنے ستر کو ننگا کرنے کی رخصت ہے، تو بوڑھی عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں مباح اور جائز قرار دی ہیں جو کہ ان کے علاوہ عورتوں کے لیے جائز اور مباح نہیں ہیں، اس قدر اللہ تعالیٰ نے بوڑھوں کا خیال رکھا ہے اور ان سے نرمی اور آسانی والا معاملہ کیا ہے۔ ②

---

① سورۃ النور: 60

② تفسیر فتح القدیر: 52/6

جلسہ استراحت اور بوڑھوں کا خیال:

بعض ائمہ محدثین نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ نماز میں جو جلسہ استراحت کیا جاتا ہے یہ وہ جلسہ ہے جو دو سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بوڑھوں کی وجہ سے رخصت ملی ہے، اور یہی قول امام احمد رحمہ اللہ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ یہ حکم عمر رسیدہ اور بوڑھوں کے ساتھ خاص ہے، ان کے بڑھاپے اور کبر سنی کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ان کے لیے نرمی اور شفقت کرتے ہوئے، کیونکہ بوڑھے بندے کے لیے فوراً کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے:

كان يفعلها بعد ان بدن جسمه و كبر سنه۔ ①

"آپ ﷺ جلسہ استراحت کرتے تھے جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا اور عمر بوڑھی ہو گئی تھی"۔

اور صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

أنه رأى النبي ﷺ يصلي فاذا كان في وتر من صلاته لم ينهض حتى يستوي قاعدا۔ ②

"انھوں نے نبی ﷺ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت کے لیے اٹھتے تو جب تک آپ سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے اس وقت تک آپ اٹھتے نہیں تھے"۔

اور سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی کیا جب انھوں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تاکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھائیں۔

---

① شرح الزركشي: 577/1

② سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب النهوض في الفرو: 844،313/1

وکان یجلس اذا رفع رأسه من السجود وقبل ان ینهض فی الرکعة الأولی۔ ①

”آپ ﷺ پہلی رکعت میں اٹھنے سے پہلے سجدوں سے جب سر اٹھاتے تو جلسہ استراحت کیا کرتے تھے“۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے بوڑھوں کے لیے اسلام میں رخصتیں دے کر واضح کیا ہے کہ میں تمھارا خالق و مالک عرش معلیٰ پر تمھارے بوڑھوں کا اتنا خیال رکھتا ہوں میں نے اپنے محبوب کو بھی بوڑھوں کے احترام کا ہی حکم کیا ہے اور تمام ایمان داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بوڑھوں کی عزت وتوقیر کا خیال رکھیں اور ان سے محبت اور سلوک اپنی زندگی کا وتیرہ اور شعار بنا لیں، تم ان کا احترام کرو، اللہ تمھیں جہنم کے عذابوں سے محفوظ فرمائیں گے۔

بوڑھے شخص کے لیے کفارہ میں آسانی:

شریعت اسلامیہ نے بوڑھوں کے ساتھ جہاں اور احکامات میں آسانیاں اور رخصتیں رکھی ہیں وہاں پر بوڑھوں کے لیے کفارات میں بھی آسانیاں پیدا فرما کر امت مسلمہ میں بوڑھوں کا خیال، احترام اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا حکم جاری فرمایا ہے اور اس کی بہترین اور بین دلیل سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے جس کو قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے بیان ہی نہیں کیا بلکہ اس سورت کا نام ہی مجادلۃ رکھ دیا ہے۔

جب ان کے درمیان اور ان کے شوہر اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوا تو اس وقت وہ بوڑھے تھے تو انھوں نے اپنی بیوی سے ظہار کا اعلان کر دیا تو پھر اس وقت یہ حکم شرعی نازل ہوا تھا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ

---

① صحیح بخاری، کتاب الجماعة والامامة، باب من صلی بالناس: 645:239/1

رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④﴾۔ ①

”اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے۔ (مومنو) اس (حکم) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے (رکھے) جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہوا (اسے) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (چاہیے)۔ یہ (حکم) اس لیے (ہے) کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے“۔

اور حضرت امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو اپنی سنن میں نقل فرمایا ہے، فرماتے ہیں سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے خاوند اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ ظہار کیا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی:

أَشْكُو إِلَيْهِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَادِلُنِي فِيهِ، وَيَقُولُ: «اِتَّقِي اللّٰهَ فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكِ»، فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾۔ إِلَى الْفَرْضِ، فَقَالَ: «يُعْتِقُ رَقَبَةً» قَالَتْ: لَا يَجِدُ، قَالَ: «فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ»،

---

① سورة المجادلة:3،4

قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ، قَالَ: «فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا»، قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ، قَالَ: «قَدْ أَحْسَنْتِ، اذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ»۔ ①

''میں شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، رسول اللہ ﷺ مجھ سے اس مسئلے میں بحث فرمانے لگے۔ آپ کہتے تھے: اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا چچا زاد ہے، میں وہاں سے نہ ہٹی تھی کہ قرآن نازل ہو گیا ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ بیان کفارہ تک، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گردن آزاد کرے، اس نے کہا: اس کے پاس نہیں ہے، آپ نے فرمایا: وہ دو مہینے متواتر روزے رکھے، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ بہت بوڑھا ہے، روزے کہاں رکھ سکتا ہے؟ فرمایا: تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اس نے کہا: اس کے پاس کچھ نہیں ہے کہ صدقہ کرے۔ بیان کرتی ہیں کہ اسی وقت آپ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آ گیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک اور ٹوکرے (کھجور) سے اس کی مدد کر سکتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت بہتر ہے، جاؤ اور اس کی طرف سے یہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور اپنے چچا زاد کی طرف لوٹ جاؤ''۔

اس واقعہ میں اوس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے اور عالم پیری کی وجہ سے نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے کس قدر ان کے ساتھ اس کفارہ میں نرمی، آسانی اور سہولت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

---

① سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في الظهار: 2/234: 2216

دوسری عبادات کی طرح کفارات میں بھی بوڑھوں کے لیے آسانیاں ہی شریعت نے پیش کی ہیں، تاکہ ان بوڑھوں پر کوئی مشقت اور پریشانی نہ آئے، کیونکہ یہ عمر ہی ایسی ہے کہ انسان کئی کام چاہنے کے باوجود بھی نہیں کر پاتا، تو شریعت نے ان کے اس کمزور پہلو کو دیکھتے ہوئے ان پر بوجھ نہیں ڈالا۔

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

* * *

المكتبة الرحمانية
۹۹-... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ....

اسلام میں بوڑھوں کی عظمت

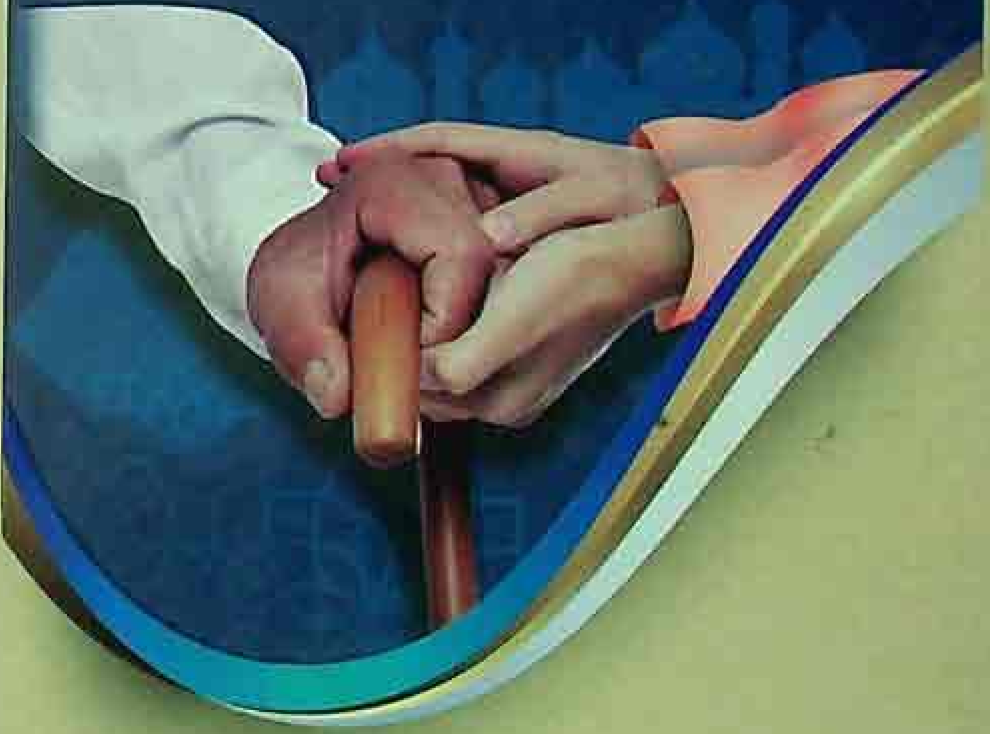

ناشر:
دارالخلود
لائن پار محلہ سلامت پورہ، کامونکی ضلع گوجرانوالہ
0333-8257302 0345-7333521